1

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

www.tanzeem.org

14 تا 20 ربیع الاوّل 1436ھ/6 تا 12 جنوری 2015ء

اسوۂ رسول ﷺ کی سربلندی

حضور ﷺ کو رسول برحق تسلیم کرنے والے ہر شخص پر آپ ؐ کی رسالت کا ایک حق یہ ہے کہ جس اسوۂ پاک کی پیروی کو وہ اپنی نجات کا واحد سبب یقین کرتا ہے، اس اسوۂ پاک کو تمام دنیا میں سربلند کرنے کی جدوجہد کرے۔ اللہ کی دی ہوئی ہر طاقت کے ذریعہ اس امر کی کوشش کرے کہ ہر انسان رحمۃ للعالمین کے نمونۂ زندگی کے مطابق زندگی بسر کرے۔ دنیا والوں کو اپنی عملی شہادت سے یہ باور کرائے کہ انسانی فلاح کے لیے رحمتِ عالم کا اُسوہ بہترین اور آخری اُسوہ ہے۔ مسلمان کو صرف اپنی زندگی کو رسول پاک ﷺ کی سیرت پاک کے مطابق ڈھال لینا کافی نہیں ہے، بلکہ آپ ؐ کی سیرتِ پاک کو دنیا کے تمام طریقہ ہائے زندگی پر غالب کرنے کی کوشش کرنا فرض اوّلین ہے۔

سورۃ التوبہ آیت 33 میں ارشاد فرمایا گیا:

''وہی اللہ ہے، جس نے اپنے رسول ؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، تاکہ وہ اس دین کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کردے، اگرچہ مشرکین کو کتنا ہی برا معلوم ہو۔''

یہ فرض رسول ؐ کا ہے۔ اور رسول ؐ کے بعد آپ ؐ کے نام لیواؤں کا ہے اور اس امت کا ہے، جو آپ ؐ کی امت ہونے کے صدقے میں بہترین امت قرار دی گئی ہے۔ سورۃ البقرہ آیت 143 میں ارشاد فرمایا:

''اور اسی طرح اے مسلمانو! ہم نے تم کو عادل امت بنایا، تاکہ تم عام لوگوں کے لیے شہادت حق کا فرض ادا کرو، اور رسول (آخرالزماں) تم پر شہادتِ حق کا فرض انجام دیں۔''

یعنی رسول پاک ﷺ اپنی بہترین زندگی پیش کرکے تم کو اپنے حلقۂ اطاعت میں شامل کریں۔ اور تم رسول پاک ﷺ کی زندگی میں اپنی زندگی کو رنگ کر دوسروں کو حضور ﷺ کی صداقت کا معترف کرو۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی

اس شمارے میں

فوجی عدالتیں آخر کیوں؟

اتباعِ رسول ﷺ

گنہ گار پہ پتھر اچھالنے والے

حضور اکرم ﷺ کا انقلاب اور معاشرتی مساوات

عالم اسلام کے خلاف سازشیں

جنید جمشید کے بیان کا معاملہ

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ؟

ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

متاعِ دنیا بمقابلہ اجرِ آخرت

سُورۃُ النَّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 94 تا 96

وَلَا تَتَّخِذُوۡۤا اَیۡمَانَکُمۡ دَخَلًاۢ بَیۡنَکُمۡ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعۡدَ ثُبُوۡتِهَا وَتَذُوۡقُوا السُّوۡٓءَ بِمَا صَدَدۡتُّمۡ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۚ وَلَکُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۹۴﴾
وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ؕ اِنَّمَا عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ
وَلَنَجۡزِیَنَّ الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾

آیت ۹۴ ﴿وَلَا تَتَّخِذُوۡۤا اَیۡمَانَکُمۡ دَخَلًاۢ بَیۡنَکُمۡ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعۡدَ ثُبُوۡتِهَا﴾ ''اور مت بناؤ اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے کا ذریعہ کہ پھسل جائے کوئی قدم پختگی کے بعد''

دیکھو' حقیقت یہ ہے کہ تم ہمارے نبی ﷺ کو اچھی طرح پہچان چکے ہو: ﴿یَعۡرِفُوۡنَهٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ ؕ﴾ (البقرۃ:۱۴۶)۔ اب اس حالت میں اگر تم پھسلو گے تو یاد رکھو سیدھے جہنم کی آگ میں جا کر گرو گے: ﴿فَانۡهَارَ بِهٖ فِیۡ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ﴾ (التوبۃ:۱۰۹)

﴿وَتَذُوۡقُوا السُّوۡٓءَ بِمَا صَدَدۡتُّمۡ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۚ وَلَکُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۹۴﴾﴾ ''اور تمہیں عذاب کا مزہ چکھنا پڑے بسبب اس کے کہ تم نے (لوگوں کو) روکا اللہ کے راستے سے' اور تمہارے لیے (اس کی پاداش میں) بہت بڑا عذاب ہے۔''

تمہیں تو چاہیے تھا کہ سب سے پہلے کھڑے ہو کر گواہی دیتے کہ ہم نے محمد (ﷺ) کو اپنی کتاب میں دی گئی نشانیوں سے ٹھیک ٹھیک پہچان لیا ہے' آپ (ﷺ) واقعی اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اور تمہیں نصیحت بھی کی گئی تھی: ﴿وَلَا تَکُوۡنُوۡۤا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِهٖ ۪﴾ (البقرۃ:۴۱) ''اور تم اس کے پہلے منکر نہ بن جانا''۔ اس سب کچھ کے باوجود تم لوگ اس گواہی کو چھپا رہے ہو: ﴿وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ کَتَمَ شَهَادَۃً عِنۡدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ﴾ (البقرۃ:۱۴۰) ''اور اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جس نے چھپائی وہ گواہی جو اس کے پاس ہے اللہ کی طرف سے!''

آیت ۹۵ ﴿وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ؕ﴾ ''اور اللہ کے اُس عہد کو حقیر سی قیمت کے عوض فروخت نہ کرو۔''

﴿اِنَّمَا عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۵﴾﴾ ''یقیناً اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ بہت بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم علم رکھتے ہو۔''

تمہیں دنیا کے چھوٹے چھوٹے مفادات بہت عزیز ہیں اور ان حقیر مفادات کے لیے تم لوگ اللہ کی ہدایت کو ٹھکرا رہے ہو' مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تم لوگ اس ہدایت کو قبول کر لو گے تو اللہ کے ہاں اخروی انعامات سے نوازے جاؤ گے۔ اللہ کے ہاں جنت کی دائمی نعمتیں تمہارے ان مفادات کے مقابلے میں کہیں بہتر ہیں جن کے ساتھ تم لوگ آج چمٹے ہوئے ہو۔

آیت ۹۶ ﴿مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ﴾ ''جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔''

﴿وَلَنَجۡزِیَنَّ الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾﴾ ''اور ہم لازماً دیں گے صبر کرنے والوں کو ان کا اجر اُن کے بہترین اعمال کے مطابق۔''

ہر نیکو کار شخص کے تمام اعمال ایک درجے کے نہیں ہوتے' کوئی نیکی اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے اور کوئی نسبتاً چھوٹے درجے کی۔ مگر جن لوگوں سے اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں گے' ان کی اعلیٰ درجے کی نیکیوں کو سامنے رکھ کر ان کے اجر و ثواب کا تعین کیا جائے گا۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
14 تا 20 ربیع الاوّل 1436ھ — جلد 24
6 تا 12 جنوری 2015ء — شمارہ 01
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-36293939
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فوجی عدالتیں آخر کیوں؟

سانحہ پشاور نے کہرام مچا دیا۔ یقیناً یہ ایک ایسا سانحہ اور ایک ایسا حادثہ فاجعہ تھا جس نے پاکستان کے چہرے کو بری طرح مسخ کر دیا۔ قوم پر پڑنے والی اس مصیبت نے سقوطِ ڈھاکہ کا زخم ہرا کر دیا ہے۔ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ دشمنانِ اسلام اور پاکستان نے پشاور میں بچوں کے قتل عام کے لیے 16 دسمبر یعنی سقوطِ ڈھاکہ ہی کا دن کیوں منتخب کیا۔ یہ محض اتفاق تھا یا اہل پاکستان کو کچھ یاد دلایا گیا ہے جس کا ذکر بھی ایک محبّ وطن پاکستانی کے لیے تکلیف دہ ہے۔ بہرحال اس المناک حادثہ پر حکومت، اپوزیشن، مذہبی جماعتیں، وکلاء اور سول سوسائٹی سب نے بہت چیخ و پکار کی۔ عمران خان جو دھرنا تا حیات، یا کم از کم شریفان کے اقتدار کے خاتمے تک، جاری رکھنے کی قسمیں اٹھا رہے تھے وہ بھی کنٹینر سے نیچے اتر آئے اور دہشت گردی کے خلاف ایک قومی پالیسی کی تشکیل کے لیے وزیر اعظم ہاؤس جا پہنچے اور نواز شریف کی بغل میں تشریف فرما ہوئے۔ حکومت اور فوجی قیادت میں بھی اختلاف کی بڑی خبریں تھیں، لیکن سانحہ پشاور کے ردعمل میں سیاسی اور عسکری قیادت سر جوڑ کر بیٹھ گئی۔ میڈیا پہلے ہی اس مہم کی قیادت کر رہا تھا کہ دہشت گردی کے خلاف قومی سطح پر اجماع ہونا چاہیے۔ عوامی سطح پر جذباتی اظہار کیا گیا اور دہشت گردوں کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ سامنے آیا۔ میڈیا نے دنیا کو مطلع کیا کہ 1965ء کے بعد قوم پہلی مرتبہ کسی ایشو پر اتنی متحد و متفق ہوئی ہے۔ سیاسی و عسکری قیادت کا اجلاس گیارہ گھنٹے جاری رہا۔ پھر قوم کو یہ خوشخبری سنائی گئی کہ پوری قیادت ایک ایکشن پلان پر متفق ہو گئی ہے اور وزیر اعظم نے اس حوالہ سے قوم کو اعتماد میں لینے کے لیے خطاب فرمایا۔ انہوں نے عوام کے سامنے ایک بیس نکاتی ایکشن پلان رکھا اور قوم کو یہ خوشخبری دی کہ اس ایکشن پلان پر عمل درآمد ہونے کے بعد دہشت گردی کا خاتمہ ہو جائے گا اور پاکستان امن و امان اور سکون و عافیت کا گہوارہ بن جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سانحہ کے بعد قوم پر کومہ کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ جب حواس کچھ بحال ہوئے تو سیاسی شعور رکھنے والے اور غور و فکر کرنے والے لوگوں نے محسوس کیا، بلکہ برملا کہا بھی کہ اس ساری بھاگ دوڑ کا حاصل کیا ہوا ہے؟ یعنی یہ جو پہاڑ کھودا گیا تھا اس میں سے فوجی عدالتوں کے قیام کے سوا نکلا کیا؟ بہرحال صورت حال کے تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے اکثر جماعتوں نے فوجی عدالتوں کے قیام کو قبول کر لیا، یہاں تک کہ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک اخباری بیان جاری کیا جس میں فوجی عدالتوں کے قیام کو مشروط طور پر قبول کرنے کی بات کی۔ شرط یہ تھی کہ یہ عدالتیں عدل و انصاف کے اسلامی تقاضوں کو ملحوظ رکھیں گی گویا امیر تنظیم اسلامی نے ایک ایسی شرط عائد کر دی جس کا پورا کیا جانا پہلے بھی کبھی آسان نہ تھا، لیکن آج کی صورت حال میں تو ناممکن نظر

آ تا ہے، اور یہ تو اٹل حقیقت ہے کہ فوری اور سرسری سماعت والی مادر پدر آزاد عدالتیں انسانوں کو کبھی انصاف مہیا نہیں کرتیں۔ لہٰذا امیر تنظیم اسلامی نے فوجی عدالتوں کے قیام کے حوالہ سے اپنی ناپسندیدگی کا واضح اعلان بھی کر دیا۔

ہماری رائے میں ہماری سیاسی اور فوجی قیادت پاکستان کا اصل مسئلہ اور پاکستان کی سیاسی‘ معاشی اور معاشرتی تباہی و بربادی کی اصل وجہ اور سبب جان ہی نہیں سکی اور یہ اس قوم کی بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ یہ اس قوم کی بدبختی اور بہت بڑی بدنصیبی ہے کہ ہم اصل حل کی طرف آنے کی بجائے ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ قارئین کے لیے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگرچہ عدل کرنا عدالت یعنی جج کا فرض ہے لیکن ہر جج اس قانون اور آئین کے دائرے میں فیصلہ کرنے کا پابند ہوتا ہے جو ریاست میں رائج ہو اور اسی آئین اور قانون کی رو سے اسے جج مقرر کیا جاتا ہے، لہٰذا وہ کسی صورت میں قانون اور آئین کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ تو پھر قابلِ اصلاح کیا ہے؟ تبدیلی کہاں آنی چاہیے؟ کس چیز کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جانا چاہیے اور کس چیز کو مضبوطی سے پکڑنا ہوگا؟ سیدھی سی بات ہے کہ برائی کی اصل جڑ یہ فرسودہ اور گلا سڑا ‌بدبودار نظام ہے جسے بدلا جانا چاہیے۔ اور یاد رکھیے جس طرح ایک انتہائی بوسیدہ اور کمزور عمارت کی مرمت نہیں کی جاسکتی، اسے ڈھا کر نئے سرے سے نئی بنیادوں پر تعمیر کرنا لازم ہے، اسی طرح ایک فرسودہ اور مفلوج نظام کو چھوٹی موٹی ترامیم اور cosmatic measures سے سودمند اور مثبت نتائج دینے والا نہیں بنایا جاسکتا۔ پاکستان کو اس عادلانہ اجتماعی نظام کی اشد ضرورت ہے جس میں غریب اور امیر میں امتیاز نہ برتا جائے، جس کے تحت صاحب امر خادم ہوں مخدوم نہ ہوں، جس میں ریاست کے ہر شہری کا ہاتھ حکمرانوں کے گریبان تک پہنچ سکتا ہو، جہاں حکمران محافظ اور پہرہ دار ہو اور ریاست کا شہری چین کی نیند سوئے۔ ایسا نظام جس میں حکمران باپ کی طرح شفیق اور ماں کی طرح مہربان ہو اور جس میں صاحب نصاب کے لیے زکوٰۃ کا مستحق ڈھونڈنا ایک بڑا مسئلہ ہو۔ جہاں حق وصول کرنے کے لیے شہری کا صرف حق پر ہونا لازم ہو۔

انسانی تاریخ کا باریک بینی سے مطالعہ کیجیے۔ خلافت راشدہ یا کسی بھی دور میں جب اللہ اور اُس کے رسول کے احکامات نافذ العمل رہے، حکمرانوں کا طرزِ عمل ایسا ہی تھا اور دنیا حقیقت میں جنت کا نقشہ پیش کرتی رہی۔ یہ تو آئیڈیل صورت حال تھی، لیکن کمتر سطح پر وہ مسلمان حکمران بھی جو ایسے مثالی حکمران تو نہ تھے، لیکن انہوں نے اپنے ہاں شریعت محمدی کو نافذ کیا وہاں امن و امان کی صورت حال کہیں بہتر تھی۔ شہری یوں ذلیل و خوار نہ تھا اور نہ عدل و انصاف یوں نایاب تھا جیسا آج پاکستان میں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر کی سلامتی کا انحصار اس فطری اور الہامی عادلانہ نظام کے نفاذ پر ہے، لیکن پاکستان کو چونکہ ایک ریاست کی شکل دینے کے لیے اسلام ہی کو بنیاد بنایا گیا تھا لہٰذا پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست نہ بنانا اپنے بنیادی نظریہ سے انحراف ہے۔ یہ ایک اجتماعی جرم ہے جس کا ارتکاب پوری قوم خصوصاً قیادت نے کیا ہے۔ بہرحال اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں عدل و انصاف کے تقاضے پورے نہ کرنا یہ جسم اور روح کو الگ الگ کر دینے کے مترادف ہے۔ اور تاریخ کا سبق یہ ہے کہ نظریاتی موت جغرافیائی شکست و ریخت کا سبب بنتی ہے۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اچھے اور دیانت دار منصف بھی ایک نیک اور صالح معاشرہ ہی فراہم کرسکتا ہے۔ آج موجودہ پاکستان میں معاشرہ جس ڈگر پر چل رہا ہے، عدالتیں سول ہوں یا فوجی‘ انصاف کی فراہمی ممکن نہیں ہے، اِس لیے کہ دیانت و امانت کے حوالہ سے بانجھ معاشرے کے بطن سے جرأت مند اور انصاف پسند انسان کیسے جنم لے سکتے ہیں؟ یاد رہے زیادہ مقتدر اور بااختیار عدالتیں جب انصاف پر مبنی فیصلے نہیں کریں گی تو زمین پر فساد زیادہ پھیلے گا اور زیادہ ہولناک نتائج برآمد ہوں گے۔ لہٰذا اصل ضرورت اس نظام کو بلڈوز کرنے کی ہے جو انصاف کا خون کر رہا ہے، جو فیصلہ سناتے وقت بڑے اور چھوٹے، امیر اور غریب، حاکم اور محکوم میں فرق کرتا ہے۔ ایک سرمایہ دارانہ اور عملی طور پر اونچ نیچ کے قائل نظام میں جب جلد بازی میں سخت فیصلے ہوں گے تو ظلم میں اضافے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔

رفقاء متوجہ ہوں

رفقاء کے تحریری سوالات اور

امیر تنظیم اسلامی **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ

کے جوابات پر مشتمل **ماہانہ پروگرام**

تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر

امیر سے ملاقات

کے عنوان سے دیکھا جاسکتا ہے

☆ رفقاء تنظیم پروگرام کے لیے سوالات اپنے نام اور مقامی تنظیم وحلقہ کے حوالے کے ساتھ ہر ماہ کی 20 تاریخ تک درج ذیل ذرائع سے بھجوا سکتے ہیں۔

i) بذریعہ ای میل: media@tanzeem.org پر۔ ii) بذریعہ خط: K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر۔

iii) بذریعہ SMS موبائل نمبر 0312-4024677 پر۔

خالصتاً فقہی نوعیت کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے جائیں گے

المعلن: مرزا ایوب بیگ (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی) K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور 042-35869501-3/042-35856304

حُبِ الٰہی کے حصول اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ

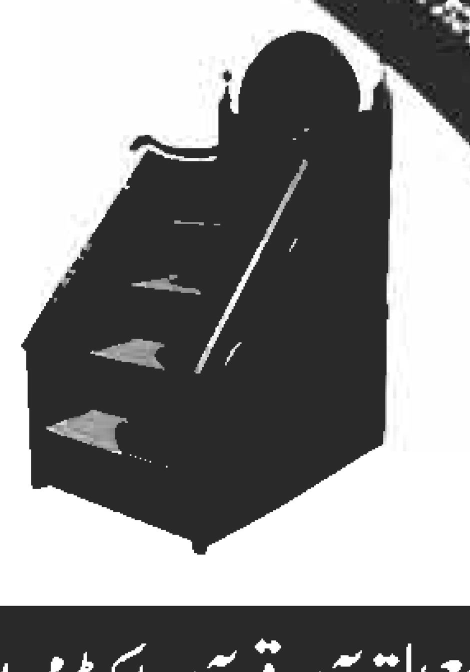

اتباعِ رسول ﷺ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی کے مشیر تربیتی امور محترم رحمت اللہ بٹر صاحب کے 26 دسمبر 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: محبوب الحق عاجز

خطبہ مسنونہ اور تلاوتِ آیات کے بعد!

حضرات! ربیع الاوّل کا مہینہ شروع ہو گیا ہے۔ اس ماہ مبارک میں مختلف حوالوں سے سیرت النبی ﷺ کا بکثرت ذکر آتا ہے۔ آج مجھے بھی اِسی سلسلے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت نوعِ انسانی پر اللہ کا عظیم احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑی رحمت و فضل کیا ہے کہ آپؐ کو مبعوث فرمایا۔ آپؐ رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے۔ فرمایا:

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝﴾ (الانبیاء:107)

"(اے نبی!) ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔"

آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی صرف ایمان والوں کے لیے نہیں ہے، بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہے۔ آپؐ جنات کے لئے بھی نبی و رسول اور رحمت ہیں۔ اس لیے کہ "عالمین" میں جنات بھی شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انسانوں ہی میں سے نبی اور رسول بھیجے، جنہیں وہی حوائج ضرور یہ لاحق ہوتی تھیں جو دوسرے لوگوں کو لاحق ہوتی ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے اللہ کی بندگی کر کے، اللہ کے احکام پر عمل کر کے اپنے امتیوں لیے اُسوہ چھوڑا ہے۔ مزید برآں آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ وہ نظام قائم کر دیا جو عدل و قسط پر مبنی ہے، جس میں ہر ایک کے لیے رحمت کا ظہور ہو سکے۔ بقول شاعر ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

اللہ تعالیٰ نے جس معاشرے میں آپؐ کو مبعوث کیا وہاں کفر و شرک اور ظلم و نا انصافی کا دور دورہ تھا۔ انسان انسانوں کے رب بنے بیٹھے تھے اور انسانیت غلامی کے بوجھ تلے کراہ رہی تھی۔ معاشرے میں بے حیائی، قتل و غارت اور قبائلی تعصبات نے فساد برپا کر رکھا تھا۔ یہ معاشرتی ابتری اور اخلاقی زوال آپؐ پر بہت شاق گزرتا تھا۔ آپ ﷺ پوری انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئے۔ آپؐ نے کفر و شرک اور نا انصافی کی دلدل میں پھنسے معاشرہ کو ظلم و تعدی سے نکالا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نظام عدل و قسط سے روشناس کرایا، تا کہ ہر شخص اپنے حقوق پر قانع ہو کر رہے، کوئی کسی کے حقوق پر ڈاکا نہ ڈالے اور انسان اللہ کی بندگی کر کے اللہ کے ہاں سرخرو ہو سکے۔ قرآن مجید وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ رسولوں کے بھیجے جانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ لوگوں کو عدل و قسط پر قائم کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ﴾ (الحدید:25)

"ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا۔ اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"

اللہ نے رسولوں کو بھیجا تو اُن کے ساتھ کتابیں بھی نازل کیں اور انہیں میزان بھی عطا کی۔ میزان ترازو کو کہتے ہیں اور وہ عدل کی نشانی ہے۔ اللہ نے رسولوں کو کتاب و میزان اس لئے دی کہ اس کتاب پر مبنی نظام کو قائم کریں، اس میزان کو نصب کریں۔ چنانچہ رسولوں نے کتاب و میزان دونوں کے حوالے سے اپنا فرض پورا کیا۔ اور لوگوں کو کھول کر بتا دیا کہ تمہیں زندگی کیسے گزارنی ہے، اور کیسے نظام عدل و قسط پر قائم رہنا ہے۔ آپؐ سے پہلے جتنے بھی رسول آئے، وہ اپنی اپنی قوموں کے لیے آئے تھے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ نے اسلام کا نظام عدل و قسط قائم کر کے دکھا دیا، تا کہ قیامت تک لوگوں کے لیے نمونہ موجود ہو۔ یہ کام پہلے رسولوں کی بھی ذمہ داری تھی۔ اللہ کی سنت رہی ہے کہ وہ قوموں کی طرف رسول بھیجتا تھا۔ جن لوگوں کی طرف رسول بھیجے جاتے، اگر وہ لوگ انہیں نہ مانتے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اس کے ماننے والوں کو اس بستی سے ہجرت کا حکم دے دیتا اور پھر پوری کی پوری بستی کو نیست و نابود کر دیتا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے اللہ کا دین قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو کسی گاؤں میں نہیں بھیجا۔ جب بھی بھیجا، اس قوم کے صدر مقام میں بھیجا ہے۔ کیونکہ "دین" دینے والے، جن کا نظام چل رہا ہوتا ہے، جن کا سکہ جاری ہوتا ہے، جن کی چودھراہٹیں قائم ہوتی ہیں، وہ وہیں بیٹھے ہوتے ہیں۔ دین پہلے سے رائج "دین" (یعنی نظام زندگی) کا قلع قمع کر کے غالب ہوتا ہے۔ لہٰذا حیات اجتماعی میں دین کبھی دو نہیں ہو سکتے، ایک ہی ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ

کو بھی ام القریٰ (مکہ) میں بھیجا گیا۔ اگرچہ یہاں باقاعدہ حکومت نہیں تھی، لیکن قریش پورے عرب کے دینی راہنما تھے۔ عرب پر سکہ انہی کا چلتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں 13 سال دعوت دی، وہ نہ مانے تو آپؐ اور آپؐ کے ساتھی اللہ کے حکم سے مکہ سے مدینہ چلے آئے۔ یہاں اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں سے جہاد و قتال کی تگ و دو کروائی، تاکہ بعد والوں کے لیے یہ نمونہ بن سکے۔ آپؐ کے بعد قیامت تک کوئی رسول نہیں آنا تھا۔ چنانچہ صرف نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہمارے لیے اسوہ ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ (الاحزاب:21)

''تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے اللہ (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔''

آپؐ قیامت تک کے لیے اسوہ ہیں، ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ سے ملاقات اور یوم آخرت پر یقین رکھتا اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہو۔ جو شخص بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہو، اسے آپؐ ہی کے اسوہ کو اختیار کرنا ہوگا۔ قرآن مجید میں صاف صاف فرمادیا گیا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (آل عمران:31)

''(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔''

رسول اس لیے نہیں آتے کہ اپنی بندگی کی طرف بلائیں۔ وہ اللہ ہی کی بندگی کی دعوت دینے اور بندگی کا طریقہ بتانے آتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ اللہ کو راضی کیسے کرنا ہے۔ وہ اللہ کے احکام پر عمل کا حسین نمونہ دیتے ہیں، تاکہ لوگوں کو اللہ کے حکموں پر چلنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ یہاں فرمایا کہ اے نبی! آپ مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو، تو اِس کا راستہ میرا اتباع ہے۔ اگر تم میرا اتباع کروگے تو اللہ تمہیں بھی محبوب بنالے گا۔ اللہ کی محبت حاصل کرنے کا راستہ بند نہیں ہوا۔ راستہ کھلا ہے، لیکن اس کے لئے تمہیں میرا اتباع کرنا پڑے گا۔ اتباع کا دوسرا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تمہارے گناہ معاف کردے گا۔ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے۔ وہ ہر رات کے آخری پہر ندا لگاتا ہے کہ ہے کوئی معافی طلب کرنے والا کہ میں اس کے گناہ معاف کردوں۔ ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا کہ میں اسے عطا کردوں۔ اُس کا در رحمت کھلا ہے۔ بندہ جب بھی اپنے رب کو پکارتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی پکار کو سنتا ہے۔ مسلمان کی کوئی دعا بھی رائیگاں نہیں جاتی۔ حدیث کے مطابق زمین پر کوئی بندۂ مسلم ایسا نہیں جس کی دعا اللہ قبول نہ فرماتا ہو۔ البتہ بعض اوقات آدمی نادانی میں اللہ سے وہ چیز مانگ بیٹھتا ہے جو اس کے حق میں بہتر نہیں ہوتی۔ وہ اپنے حساب سے سوچتا ہے، اور اللہ جانتا ہے کہ اُسے اگر یہ مل گئی تو وہ بہک جائے گا۔ لہٰذا اللہ اُسے وہ چیز نہیں دیتا۔ لیکن دعا پھر بھی رائیگاں نہیں جاتی۔ دُعا قبول نہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کے عوض اس پر آنے والی کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے۔ یا یہ کہ دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا دیتا ہے۔ قیامت کے دن بندۂ مومن اپنی دعاؤں کا اجر دیکھے گا تو حسرت سے کہے گا کہ اے کاش! دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوتی، بلکہ سب کا اجر یہیں پر مجھے ملتا۔ ظاہر ہے، اجر کی اصل ضرورت تو آخرت کے دن ہوگی۔ معلوم ہوا کہ اللہ یقیناً بخشنے والا، گناہ معاف کرنے والا ہے۔ لیکن یہ بخشش نبی اکرم ﷺ کا اتباع کرنے سے حاصل ہوگی۔

اتباع کے دو اجزا ہیں: (1) محبت (2) اطاعت یعنی ایک تو اللہ کے رسولؐ سے وہ محبت ہو جو مخلوقات میں سے اور کسی سے نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ آپؐ کی بلاچون وچرا اطاعت ہو۔ محبت اور اطاعت کے مجموعے کا نام اتباع ہے۔ آپؐ نے اپنی ذات گرامی سے محبت رکھنے کے حوالے سے فرمایا کہ ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے لیے اس کے باپ، اس کے بیٹے اور تمام

پریس ریلیز 2 جنوری 2015ء

ایک طرف ہم بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھا رہے ہیں اور دوسری طرف بھارتی افواج فلیگ میٹنگ کے بہانے ہمارے سپاہیوں کو شہید کر رہے ہیں

حافظ عاکف سعید

مذہبی اور غیر مذہبی دہشت گردی میں فرق کرنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے فوجی عدالتوں کے حوالہ سے اپنے ایک اخباری بیان کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہماری عدالتیں عدل وانصاف کے اسلامی تقاضے پورا کریں تو ہمارا ملک حقیقت میں امن وامان کا گہوارہ بن جائے اور یہ خطہ جنت کا نقشہ پیش کرے۔ اُنہوں نے کہا کہ موجودہ حالات میں فوجی عدالتوں کے لئے ممکن نہیں ہوگا کہ وہ اہل پاکستان کو عدل وانصاف فراہم کرسکیں۔ اُنہوں نے پاک بھارت تعلقات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ایک طرف ہماری حکومت بھارت کے دباو پر ذکی الرحمٰن لکھوی کو ایک کے بعد دوسرے مقدمہ میں گرفتار کر رہی ہے اور دوسری طرف بھارتی افواج فلیگ میٹنگ کے لئے آنے والے ہمارے سپاہیوں کو شہید کر رہی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم ایٹم بم بغل میں دبائے بھارت کے سامنے تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ہم پر ذلت ومسکنت اس لئے مسلط کر دی ہے کہ ہم نے اللہ اور اُس کے دین کے خلاف بغاوت برپا کر رکھی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کئے بغیر پاکستان کی سلامتی پر سوالیہ نشان رہے گا۔ آج ہم جن خطرات میں گھرے ہوئے ہیں اس سے نجات کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنائیں وگرنہ پاکستان کی بقاء کا جواز نہ رہے گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

انسانوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔'' (صحیح بخاری)

سچی محبت عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے واضح فرمایا کہ جسے میری سنت (میرے زندگی گزارنے کے طریقہ) سے محبت ہے، اسے مجھ سے محبت ہے، اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اطاعت ہی محبت رسول کا پیمانہ ہے۔ اس لیے ہم میں سے ہر شخص کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا فی الواقع میں رسول اکرم ﷺ کا اتباع کرنے والا ہوں؟ کیا واقعی آپؐ میرے لیے آئیڈیل ہیں۔ کیونکہ انسان ہمیشہ اسی شخصیت کی ادا اپناتا ہے، جس سے اُسے محبت ہو، جو اس کی آئیڈیل ہو۔ ایک اور مقام پر نبی اکرم ﷺ نے واضح فرمایا: ''آدمی جن لوگوں کو پسند کرتا ہے، انہی میں سے ہوتا ہے۔'' یعنی جن کی طرز زندگی، جن کا رہن سہن اسے اچھا لگتا ہے، جن کی شکل وصورت اسے بھاتی ہے، انہی میں اُس کا شمار ہوگا۔ وہ دعویٰ خواہ کچھ بھی کرے، مگر اس کا عمل بتادے گا کہ اس کی محبت کس سے ہے۔ کیونکہ جو اندر ہوتا ہے، وہی عمل میں باہر آتا ہے۔ انسان جس کو آئیڈیل سمجھتا ہے، اسی کے طریقے کو اختیار کرتا ہے، اُسی کا کردار اپناتا ہے۔ اسی طرح آپؐ نے فرمایا: ''جس نے مشابہت اختیار کی کسی قوم کی، وہ انہی میں سے ہے۔'' کیونکہ آدمی دوسروں کی مشابہت اِسی لئے اختیار کرتا ہے کہ وہ اسے اچھے لگتے ہیں۔ اسے پیارے لگتے ہیں، اگر وہ اُسے اچھے نہ لگیں تو وہ کبھی ایسا نہ کرے۔ اگر کوئی شخص زبان سے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، رسول کو مانتا ہوں، مگر اسے رسولؐ والی صورت بنانا اچھا نہ لگے، رسولؐ والا رہن سہن اچھا نہ لگے، رسولؐ کا طرز زندگی نہ بھائے، بلکہ بقول اقبال وہ وضع میں نصاریٰ اور تمدن میں یہودی ہو تو ایسے مسلمان کا عشق رسول کا دعویٰ کیونکر مسموع ہو سکتا ہے۔ اگر اطاعت نہیں تو مسلمانی کا ہے کو ہوئی۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، نبی کا امتی ہوں، تو اُسے بہرحال اللہ کے رسول ﷺ کے نقش قدم پر چلنا پڑے گا۔ پھر ہی اُس کی زندگی اتباع والی زندگی ہوگی، ورنہ نہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ رسولوں کو بھیجتا ہی اس لیے ہے کہ اس کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط﴾ (النساء:64)

''اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔''

رسول اللہ کے ذاتی نمائندے ہوتے ہیں۔ ان سے دلیل نہیں مانگی جاتی۔ ان کی ہر بات ماننی پڑتی ہے۔ ہاں جو غیر رسول ہوگا، اس سے دلیل مانگی جائے گی۔ رسول کو تو بھیجا ہی اس لیے جاتا ہے کہ باذن الٰہی اس کی اطاعت کی جائے۔ قرآن حکیم نے اطاعت رسول کی اہمیت کو یہ کہہ کر بھی واضح کیا ہے کہ رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء:80)

''جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔''

اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ واضح طور پر فرما گئے ہیں کہ ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشِ نفس اس (ہدایت) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔'' (اربعین نووی) رسول اپنی اُمت کو دعوت اسی دعوے کے ساتھ دیتا ہے کہ ''انا اول المؤمنین''، ''انا اول المسلمین''۔ یعنی میں تمہیں اسلام کی دعوت دے رہا ہوں تو پہلے میں خود ایمان لانے والا ہوں۔ میں نے سب سے پہلے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکایا ہے۔ اب میں تمہیں بھی دعوت دے رہا ہوں کہ تم بھی ایمان لاؤ اور بندگی کی شاہراہ پر آجاؤ۔ سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات میں جو آپؐ کو معراج پر ملی ہیں اور گویا معراج کا خاص تحفہ ہیں، اسی حقیقت کا بیان ہے۔ فرمایا:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾ (البقرہ:285)

''رسول (اللہ) اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی۔ سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں) کہ ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔''

یہاں رسول کے ایمان لانے کا ذکر ہے، ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ رسولوں پر ایمان کے ضمن میں تفریق نہیں ہونی چاہیے کہ ایک کو مانا جائے اور ایک کو نہ مانا جائے۔ تفریق صحیح نہ ہوگی۔ جیسے یہودی حضرت موسیٰ ؑ پر ایمان لاتے ہیں، مگر عیسیٰ ؑ کو خدا کا پیغمبر نہیں مانتے۔ اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰ ؑ کو رسول مانتے ہیں، مگر آپؐ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے۔ یہی تفریق ہے۔ اللہ نے ہمیں کامل صورت میں دین دے دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمارے لئے دین پر عمل کا حسین اور دل آویز اسوہ چھوڑ دیا۔ ہماری نجات اُس کو اپنانے میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صاف فرمادیا: ''میرا ہر اُمتی جنت میں داخل ہوگا، سوائے اس کے جو خود ہی انکار کردے۔'' صحابہؓ کو اس پر حیرانی ہوئی۔ پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کون (جنت میں جانے سے) انکار کرے گا؟ فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (گویا) خود ہی جنت میں جانے سے انکار کردیا۔'' بہرکیف ہم مسلمانوں کے لئے زندگی گزارنے کا راستہ آپؐ کا اسوۂ حسنہ ہے جو آپؐ چھوڑ گئے۔ آپؐ کا اسوۂ حسنہ صراط مستقیم ہے۔ ہم صحیح معنوں میں آپؐ کے امتی تب ہوں گے جب اسوۂ حسنہ کو اختیار کریں گے۔ آپؐ نے یہاں واضح فرمادیا کہ اطاعت کرنے والے ہی آپؐ سے محبت کرنے والے ہیں اور وہی جنت میں جانے والے ہیں۔ یعنی اگر کوئی آپؐ کو رسول ﷺ بھی مانے اور آپؐ کی نافرمانی بھی کرے تو اُس کا حقیقت میں آپؐ کے ساتھ امتی والا تعلق نہ ہوا۔ آج کے فتنوں کے دور میں تو اطاعت رسول کے راستے پر چلنے اور غلبۂ دین حق کی راہ میں کوشش کرنے والوں کے لئے تو خاص طور پر بشارت ہے۔ کہ آپؐ نے انہیں اپنا بھائی قرار دیا۔ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے کاش! میری ملاقات ہو جائے میرے بھائیوں سے''۔ صحابہؓ نے عرض کی'' (یارسول اللہ) کیا ہم آپؐ کے بھائی اور ساتھی نہیں؟'' آپؐ نے فرمایا: ''کیوں نہیں'' (اور یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی) صحابہؓ کہنے لگے ''ہم آپؐ پر ایمان لائے۔ ہم نے آپؐ کی تصدیق کی۔ ہم نے آپؐ کی نصرت کی''۔ آپؐ نے فرمایا: ''کیوں نہیں (یقیناً ایسا ہی ہے) لیکن میری مراد وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں گے جیسے تم ایمان لائے ہو۔ میری تصدیق کریں گے جیسے تم نے تصدیق کی اور میری مدد کریں گے جیسے تم نے میری مدد کی۔ اے کاش! میری ملاقات ہو جائے میرے بھائیوں سے۔'' (اتحاف الخیرۃ المہرہ۔ للبوصیری۔ ج1، ص108) سوچنے کی بات ہے کہ یہ کون سی مدد ہے جس کا ذکر آپؐ کر رہے ہیں؟ یہ دراصل نبویؐ مشن غلبۂ دین، اللہ کی حکومت قائم کرنے اور اللہ کی اطاعت کا نظام غالب کرنے میں آپؐ کی مدد ہے۔ وہ لوگ بڑے سعادت مند ہوں گے جو یہ کام کریں گے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے ان لوگوں کے لیے بشارت دی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا مصداق بنادے، اور ہمیں آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو دل و جان سے اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

گنہ گار پہ پتھر اچھالنے والے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پشاور میں معصوم بچوں کا جانا ان کے خاندانوں کے لئے سوہانِ روح تو تھا ہی، پورے پاکستان میں دینداروں کی شامت آگئی۔ اسلام اور اہلِ اسلام سے ضد رکھنے والوں نے اسے چاند ماری کا نادر ترین موقع جانا۔ مونہوں سے کف آلود بغض نکلا پڑتا ہے، جو سینوں میں چھپا ہے وہ شدید تر ہے۔ باوجودیکہ ہر مکتبِ فکر کے اہلِ دین نے غمگساری کا حق ادا کیا ہے۔ بھرپور مذمت کی ہے اس کارروائی کی۔ افغان طالبان اور حتیٰ کہ القاعدہ تک کا جاری کردہ تعزیت نامہ (دنیا بھر کے میڈیا نے نمایاں شائع کیا) دلسوزی اور دردمندی کا حیران کن شاہکار ہے۔ لیکن اس نادر موقعے کو ضائع نہ ہونے دینے پر کمر بستگان قلم، کاغذ، زبان، قانون، سب ہی ذرائع سے دینی طبقے کی ہتھیلیاں انگاروں سے بھر دینا چاہتے ہیں۔ تحرقوہ (نمرودی زبان میں)...... جلا ڈالو...... پکڑو، مارو، پھانسی دو، جانے نہ پائے......ڈاڑھی، مدرسہ، مسجد، مولوی، عالم، پردہ، سب ہی کو خشمگیں، خونخوار نگاہوں کا سامنا ہے..! یہ امریکہ اور رینڈ کارپوریشن، یو ایس ایڈ کے 14 سالوں کی محنتوں کا ثمر ہے کہ آج ڈاڑھی اور دہشت گردی ہم معنی بنا دی گئی ہے۔ بش نے قرآن کو دہشت گردی کا مینوئل کہا تھا۔ مدارس کو دہشت گردی کے مراکز کہا تھا۔ ہم وہ جوہڑ ختم کر دیں گے جہاں سے یہ مچھر پیدا ہوتے ہیں (یعنی مدارس)۔ آج ان کی دیرینہ حسرتیں پوری ہو رہی ہیں۔ تم تو شکل سے ہی دہشت گرد لگتے ہو...... (ڈاڑھی اور شرعی حلیہ)۔ تاہم ڈاڑھی کے ساتھ گورے کا لباس پہنا ہو (پینٹ شرٹ) تو بچت کے کچھ امکانات ہیں۔ دہشت گرد تو ہے مگر ذرا ماڈریٹ۔ حتیٰ کہ شاید سہم کر متشرع وزیرِ مذہبی امور نے بھی یکایک ٹائی سوٹ پہن کر بہ زبانِ حال یہ کہتے ہوئے تصویر شائع کروائی...... مجھے لِلّٰہ جینے دو کہ میں لبرل مسلمان ہوں..! شرعی حلیہ تو شیڈول 4 میں فٹ ہونے کے معیار پر عین پورا اترتا ہے! ڈاڑھی والوں کی بھی مجبوری ہے۔ کیا کریں! جسے یقین ہے کہ مرنا بھی ہے۔ جا کر یہی والا منہ اللہ کو دکھانا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء سب باریش تھے۔ دو لاکھ کے لگ بھگ صحابہ کرامؓ بھی بلا استثناء ڈاڑھی والے تھے۔ احساسِ خطا کاری یہ کہتا ہے اور کچھ نہیں تو صورت ہی، شباہت ہی اللہ کے محبوب بندوں کی سی بنا لو۔ قبر میں فرشتوں کو پیغامِ یکجہتی (Solidarity) ہی سہی! اوباما صورت بن رہنے پر دل راضی نہیں ہوتا! مگر ایک معصوم سا احساسِ اخوت و محبت انبیاء و صلحاء کے ساتھ انہیں دہشت گرد بنا دے گا؟۔ کون جانتا تھا! ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔

حکمت و تدبر کی توقع قوم کی قیادت سے کی جاتی ہے۔ ظفر آدمی اس کو نہ جانیے خواہ وہ کتنا ہی صاحبِ فہم و ذکاء...... جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا! لیکن آج کل بوئے خوں آتی ہے ان بڑوں کے بیانوں سے۔ ہوش کھو بیٹھے ہیں، انصاف کا دامن ہاتھ سے جاتا رہا۔ جس طرح امریکہ 9/11 کے بعد وحشت کے ساتھ اٹھا اور دو ملک تاخت و تاراج کر دیئے بلا ثبوت۔ بعد میں آرام سے دانت نکال کر کہہ دیا کہ عراق کے ہتھیاروں پر جو کہا افسانہ تھا...... آج کچھ ویسی ہی کیفیت ہمارے ہاں طاری ہے۔ سول سوسائٹی غیظ وغضب سے مغلوب ہو کر لال مسجد پر چڑھ دوڑی۔ حالانکہ یہ وہی مسجد ہے جہاں طلبہ کی جلی سیاہ لاشیں، فائر بریگیڈ کے پائپوں سے عیسائی خاکروبوں نے قطار میں رکھ کر اجتماعی غسل دے ڈالی تھیں۔ پھر ایک ایک تابوت میں 2,3 ٹھونس کر دفن کر ڈالے تھے۔ دیندار بیچارے ہر سول سوسائٹی کے آگے مائیک رکھ رکھ کر مذمت کا مطالبہ تو کیا کرتے، صبر شکر کر کے فاتحہ پڑھ کر چپ ہو رہے۔ مذمت نہ کرنے والوں کو گردن زدنی نہ ٹھہرایا! یہ سیکولر انتہا پسندی، لامذہبیت کا جنون (بروزن مذہبی جنون) شدید تر نہیں؟ نفرت انگیزی پھیلانے پر پابندی لگانے کا حکومتی عزم کچھ یک طرفہ نہیں ہے؟ اہلِ مساجد و مدارس، اہلِ دین پر جو سول سوسائٹی کی زبانوں سے کف آلود پھول (آک کے پودے والے) جھڑتے ہیں کیا وہ روا ہیں؟

امریکہ، یورپی یونین سالہا سال سے سزائے موت پر گرجتے برستے آ رہے تھے۔ جب تک انہیں مسلم دنیا میں شاتم رسول ﷺ کے لئے سزائے موت کا خوف تھا، اجازت نہ ملی۔ اب اردن میں گزشتہ 8 برس سے پھانسی کی سزا پر جو پابندی تھی وہ ہٹا کر 11 قیدیوں کو سزائے موت دی گئی۔ یہ سارے قیدی مذہبی شناخت کے حامل تھے۔ دیگر جرائم میں مطلوب، سیاسی قتل و غارت گری یا باہمی جھگڑوں پر قتل جیسے معصوم جرائم پر چھوٹی موٹی سزائیں ہیں۔ مصر میں اخوان کو دہشت گرد تنظیموں میں شامل کر دیا گیا (اگرچہ اس کی شناخت جماعت اسلامی ہی کی طرح کلیتاً سیاسی جمہوری جماعت کی تھی) ساتھ ہی 529 کارکنان کو سزائے موت سنا دی گئی۔ بنگلہ دیش نے پہل کی تھی۔ سوان پھانسیوں کی شروعات میں عدلیہ و حکومتِ بنگلہ دیش قابیل کے قبیلے سے ثابت ہوئیں۔ اب پوری مسلم دنیا میں پھانسی گھاٹ کھل گئے ہیں۔ اگلی باری الجزائر اور یمن کی ہے۔ خبروں کے مطابق اب امریکہ، یورپی یونین اس سے منہ پھیرے ممالک کا اندرونی معاملہ قرار دے رہے ہیں۔ تاہم شاتمِ رسول ﷺ آسیہ بی بی کی طرف اس پھندے نے میلی آنکھ سے دیکھنے کی جسارت کی تو قیامت برپا ہو جائے گی..! ہمارے ہاں الطاف حسین ابتداً سیخ پا ہوئے تھے۔ اسحٰق ڈار نے فون کر کے تسلی کروا دی۔ اب سب مطمئن ہیں۔ اجمل پہاڑی، 70، 70 افراد کے قاتل، سیاسی جتھوں والے ٹارگٹ کلر سب اس نئی لہر میں محفوظ و مامون رہیں گے۔ 12 مئی 2007ء کی قتل و غارت گری، اکتوبر 2007ء میں زندہ جلائے گئے وکلاء، سانحہ راجہ بازار کے ناقابلِ بیان مظلومانہ قتل عام کی گرم بازاری جسے میڈیا کی آنکھ نے دیکھا نہ دکھایا۔ یہ سب داخل دفتر کر دیئے گئے، کیونکہ یہ دہشت گردی نہ تھی۔ یہ عالمی فیصلے ہیں جس کے تحت حال ہی میں 850 سیاسی کارکنوں کا قاتل حسنی مبارک (تحریر سکوائر میں) باعزت بری ہو چکا ہے۔ جنون کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنون..! چپ کر کے، سانس روک کر دیکھتے جایئے مبادا شیڈول 4 میں نام آ جائے۔

بنگلہ دیش، مصر کی مثال سامنے رکھتے ہوئے ہماری عدلیہ اور وکلاء، پارلیمنٹ اور سیاسی پارٹیوں کے لئے شہری حقوق اور قوانین کی پاسداری کا یہ کٹھن مرحلہ سامنے ہے۔ پاکستان کیا اب ان دو ممالک کی ٹولی کا دعا مانگنے والے شہریوں کا سا

ملک بن جائے گا؟ ضیاء الحق کی مارشل لائی گود میں پروان چڑھنے کے طعنے نواز شریف کا تعاقب کرتے رہے۔ وزارتِ عظمیٰ کیا دوبارہ فوجی عدالتوں والے نیم مارشل لاء کی بھینٹ چڑھ جائے گی؟ ایک مرتبہ پھر......؟

آج کل ہم بہت دلچسپی سے نئے پاکستان کے نوزائیدہ اسلام پرمبنی کالم پڑھتے ہیں۔ سارے شاعر، ادیب، تھیٹر والے، سینڈہرسٹ، ویسٹ پوائنٹ، رینڈ کارپوریشن سے فارغ التحصیل نئے نئے مفتیان کرام سب یہ نیا اسلام پڑھانے پر مصر ہیں۔ ہم نے تقریباً 20 سال کی عمر سے قرآن وحدیث ضابطے سے پڑھنا شروع کیا۔ تب سے اب تک...... عمر گزری ہے اسی باغ کی سیاحی میں...... تاہم حیران ہو ہو کر اس نئے اسلام کو پڑھ رہے ہیں جس میں اس اسلام کی رمق بھی نہیں جو جبرائیلِ امین لائے اور سینۂ نبوت ﷺ جس کا مہبط ٹھہرا۔! جب ہم دھوبی، نائی سے شرحِ غالب نہیں پڑھتے تو کیا اسلام کو یوں تختۂ مشق بنانے سے زبان وقلم روک لینا بہتر نہیں؟ جس کا کام اسی کو ساجھے۔ جو قانون بنانا چاہتے ہیں بنائیں، جسے پھانسی لٹکانا ہے لٹکادیں، اسلام کو معاف ہی رکھیں، تو بہتر ہے۔ تاہم معصوم لاشوں کی آڑ میں طوفان اٹھاتے ہوئے ہم یہ نہ بھولیں:

حدیث ہے کہ اصولاً گنہ گار نہ ہوں
گنہ گار پہ پتھر اچھالنے والے

(حدیثِ عیسیٰؑ)

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کے رفیق ظفر حسن کے والد وفات پا گئے

☆ معتمد حلقہ جنوبی پنجاب شوکت حسین انصاری کے چچازاد بھائی وفات پا گئے

☆ حلقہ کراچی شمالی وسطی کے رفیق جناب محمد مظفر رانا کی والدہ محترمہ رحلت فرما گئیں

☆ تنظیم اسلامی شاہ فیصل کراچی کے امیر عبدالجلیل کے بہنوئی وفات پا گئے

☆ تنظیم اسلامی پاکپتن کے رفیق علی عمران کے والد وفات پا گئے

☆ منفرد اسرہ عارف والا کے نقیب چودھری وقاص اکرم کی نانی جان انتقال کر گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)۔ قارئین سے بھی مرحومین کے لئے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

حضور اکرم ﷺ کا انقلاب اور معاشرتی مساوات

سید اسعد گیلانی

حضور اکرم ﷺ کے برپا کردہ اسلامی انقلاب نے تمام انسانوں کو ایک سطح پر لا کر کھڑا کر دیا اور وہ سطح تھی انسانیت کی مساوی سطح، ابن آدم ہونے کی حیثیت سے آدمی کی سطح اور اللہ کا بندہ ہونے کی حیثیت سے بندگی کی سطح۔ یہ وہ مساوی اور برابری کی سطح تھی جس پر اس سے پہلے سارے انسانوں کو کبھی کھڑا نہیں کیا گیا تھا۔ حضور ﷺ کے انقلاب کا یہ حیرت انگیز معاشرتی اور انسانی پہلو تھا۔ پہلی بار آدم کے بیٹوں کو مساوی انسانی حقوق ملے تھے۔

جب سے انسان زمین پر آیا تھا، اس نے اپنی امتیازی شان بنانے کے لیے بیسیوں وجوہ امتیاز پیدا کر لیے تھے۔ سارے انسانوں کے پاس یکساں اعضاءِ انسانی تھے۔ ان کی عمومی قوتیں اور صلاحیتیں بھی برابر سی تھیں۔ عام حالات میں جس طرح کسی بکری کو دوسری بکریوں پر اور کسی شیر کو دوسرے شیروں پر فضیلت دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی، اسی طرح انسانوں میں بھی ایک انسان کو دوسرے انسان پر ترجیح وفضیلت کی بظاہر کوئی وجہ نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن اشرف المخلوقات انسان نے جہاں اور بہت سی پستیاں اپنے اندر قبول کیں، ان میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ بتدریج ایک دوسرے کے مقابلے میں بلندی وپستی، فضیلت وعدم فضیلت اور امتیازات اعلیٰ وادنیٰ کا شکار ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ بعض انسان دوسرے انسانوں کے مقابلے میں اپنی خدائی کے دعوے کرنے لگے۔ ذرا سی اجتماعی قوت واختیار نصیب ہوا اور ذرا سا حکم چلنے کا امکان پیدا ہوا تو انسان اپنے بارے میں اس غلط فہمی میں پڑ گیا کہ وہ عام انسانوں سے فائق تر کوئی بہت بڑی شے تھا۔ وہ محسوس کرنے لگا کہ دوسرے انسان اس کے مقابلے میں بہت پستی اور ذلت کے مقام پر کھڑے تھے۔ پھر دوسرے انسانوں نے بھی اسے یہی یقین دلایا کہ واقعی اس میں ایسی خوبیاں موجود تھیں کہ دوسروں کے مقابلے میں اسے اشرف واعلیٰ وارفع قرار دیا جائے۔

بتدریج اس شرف ورفعت کے لیے کئی پیمانے وضع ہوتے چلے گئے۔ خاندانی نسب کا شرف، نسل وخون کی رفعت، رنگ کی خوبی، قبیلہ کی بلندی، عہدہ ومنصب کا امتیاز اور ان امتیازات کے زینے لگا لگا کر انسان نے بناوٹی طور پر اپنے آپ کو دوسروں سے بلند ثابت کرنے کی ہمیشہ کوشش کی۔ یہ شیطانی جاہلی جذبہ اس قدر قوی نکلا کہ انسان میں اوّل روز سے اس کے ساتھ ساتھ چلا آتا ہے اور جو بات ابلیسِ لعین آدم کے مقابلے میں کہہ کر مستقل طور پر راندۂ درگاہ ہوا تھا اُسی بات کی توقع انسان بھی رکھتا ہے کہ اس کی فضیلت کو تسلیم کیا جائے، حالانکہ اپنی فضیلت کا ایسا ہی جھگڑا ابلیس نے بھی آدم کے بارے میں اپنے رب کے سامنے کیا تھا اور اس کی ابدی سزا بھگتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو فرشتوں سے کہا کہ اس نئی مخلوق کو جو مٹی سے بنائی گئی تھی، سجدہ کرو۔ اس حکم پر سارے ہی فرشتے سجدہ ریز ہو گئے۔ مگر اپنی بڑائی اور فضیلت کے گھمنڈ میں مبتلا ابلیس سجدے سے باز رہا اور انکار کر بیٹھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے ابلیس تجھے کیا چیز اس کو سجدہ کرنے سے مانع ہوئی جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ کیا تو بڑا بن رہا ہے یا تو ہے ہی کچھ اونچے درجے کی ہستیوں میں سے۔“ (ص:75) اللہ تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں جو بات ابلیس نے کہی، وہی اس کائنات کی سب سے پہلی اور مہلک بیماری قرار پائی۔ یعنی تکبر وغرور۔

اس نے کہا ”میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔“ (ص:76) اس نسلی اظہار فضیلت کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اسی وقت جو فیصلہ فرمایا وہ یہ تھا: اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ”اچھا تو یہاں سے نکل جا، تو مردود ہے اور تیرے اوپر یوم الجزا تک میری لعنت ہے۔“ (ص:77)

اسلامی معاشرے میں سب انسان معاشرتی اور انسانی سطح پر برابر ہوتے ہیں اور کسی کو کسی دوسرے پر کوئی وجہِ امتیاز و فضیلت نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ الٰہی تعلیمات پر مبنی معاشرہ ہے۔ یہ وہ انقلابی تصورِ مساوات ہے جو حقیقی انسانی مساوات پر مبنی ہے۔ قرآن کی آمد سے پہلے کسی دیگر معاشرے کو مساواتِ انسانی کا یہ انقلابی تصور نصیب نہیں ہوا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اسلامی انقلاب کے ذریعے جو معاشرہ برپا کیا اس میں بنیادی حقوق کے اعتبار سے بھی تمام باشندوں میں مساوات تھی۔ نسل، رنگ، خون، زبان، خاندان یا ذات برادری کی بنا پر کوئی برتر یا کمتر نہ تھا۔ سب کے سب افراد مساوی حقوقِ انسانی سے بہرہ ور تھے۔ حقِ نصیحت سب کو حاصل تھا۔ تحریر، تقریر، اجتماع، ملکیت، کسب، تجارت، آبادکاری، سفر، عزت و آبرو، خلوت غرض وہ تمام انسانی حقوق جو انسان کو انسان ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائے ہیں حضور ﷺ کے برپا کردہ اسلامی معاشرے میں سارے باشندوں کو مساوی طور پر حاصل تھے۔

دوسروں کے مقابلے میں کسی کے بھی مفادات مخصوص اور محفوظ نہ تھے۔ سب افراد ریاست کے نزدیک برابر اور محترم تھے۔ سب کی ذمہ داریاں، صلاحیت اور اہلیت کے تناسب سے مساوی تھیں۔ بنیادی ضروریات کے لیے روزگار کے بنیادی حقوق بھی سب کو میسر تھے۔ اور سب کو ان حقوق کی ضمانت بھی حاصل تھی۔ کوئی شخص بھی کسی دوسرے شخص سے دین و اخلاق کی فضیلت کے سوا کسی دوسری فضیلت کے سبب برتر و محترم نہ تھا۔ سوائے اس معیارِ فضیلت کے جو اسلام نے اپنے معاشرے میں خود مقرر فرما دیا ہے۔

یہ بالکل ایک نیا اور انقلابی تصورِ فضیلت ہے جو اسلام نے پیش فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

”پرہیزگاری کے سوا اور کسی چیز کی بنا پر ایک شخص کو دوسرے شخص پر فضیلت نہیں ہے۔ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔“

مزید فرمایا:

”نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت ہے اور نہ عجمی کو عربی پر، تم سب آدم کی اولاد ہو۔“

نیز فتح مکہ کے موقع پر فرمایا:

”سن رکھو کہ فخر و ناز کا ہر سرمایہ، خون اور مال کا ہر دعویٰ آج میرے ان قدموں کے نیچے ہے۔“

پھر فرمایا:

”اے لوگو تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ نسب کے لیے کوئی فخر نہیں ہے۔ عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر کوئی فخر نہیں ہے۔ تم میں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

حضور ﷺ کے پیش کردہ اس معیارِ فضیلت نے تمام غیر الٰہی نظریات کے معیارات کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ نسل کے بت پر اسلام نے یہ کہہ کر ضرب لگائی۔

”اللہ نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا، پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو دنیا میں پھیلا دیا۔“ (النساء:1)

مزید ارشاد ہوا:

”اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت تم میں سب سے معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“ (سورۃ الحجرات)

حضور ﷺ نے فرمایا:

”جس نے عصبیت پر جان دی وہ ہم میں سے نہیں، جس نے عصبیت کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں، جس نے عصبیت پر جنگ کی وہ ہم میں سے نہیں۔“

نیز فرمایا:

”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو لوگوں کو عصبیت کی طرف بلاتا ہے۔“

غرض اولادِ آدم کی حیثیت سے اسلام میں کسی شخص کو کسی دوسرے شخص پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اسلامی معاشرے میں انسان کے بنیادی حقوق سب کے لیے مساوی اور برابر ہیں۔ اسلامی نظام میں کسی کے بچوں کو اس لیے بہترین تعلیمی اور رہائشی سہولتیں میسر نہیں آ سکتیں کہ وہ بچے امیر المومنین کے بچے ہیں اور کسی کے بچے صرف اس لیے گلیوں میں خاک چھانتے نہیں پھر سکتے کہ وہ کسی غریب کی اولاد ہیں۔ اسلام میں ہر فرد کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ تمام امتیازات سے قطع نظر اپنا انسانی حصہ وصول کرے اور اپنے طبعی جسم کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی ضروریات کو حاصل کرے۔ ریاست کے قانون میں دونوں کی حیثیت یکساں ہے۔

خاندانی اور نسلی افتخار سے منع کر دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا:

”اے محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ دوزخ سے چھٹکارا پانے کی کوشش کر، کیونکہ میرا رشتہ تجھ کو اللہ کے ہاں مفید نہیں ہو سکتا۔“

لیکن اگر کوئی چیز کسی کے لیے وجہِ فضیلت بن سکتی ہے تو وہ ”تقویٰ“ ہے۔ چنانچہ اسلام کے تمام داعیوں نے اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی قوم کو اللہ کی عبادت اور اس کے تقویٰ کی طرف ہی بلایا۔

”اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارے لیے اور کوئی معبود نہیں۔“

چنانچہ نبی ﷺ کو بھی یہی حکم ہوا:

”اے چادر لپیٹنے والے کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا۔“

غرض اللہ کی عبادت اور بندگی ہی وہ ایک معیار ہے جو انسان اور انسان میں فرق پیدا کرتی ہے۔ بحیثیت انسان کے ایک کافر بھی اور ایک مومن بھی، ایک سرکش بھی اور ایک اطاعت گزار بھی، دونوں اللہ کے بندے ہیں۔ لیکن بحیثیت بندگی کے ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ عبادت کا مطالبہ صرف رکوع و سجود اور تسبیح و تہلیل تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اللہ کا مطالبہ ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ بھی اللہ کی اطاعت اور بندگی سے باہر نہ ہو اور وہ اللہ کی عین مرضی کے مطابق کام کرے، انفرادیت اور شخصیت ہی نہیں بلکہ اجتماعیت میں بھی انسان کی سیاست اور معاشرت کی گاڑی اسی کی اطاعت کی پٹڑی پر چلے۔

اس انفرادی اور اجتماعی عبادت کو بجالانے کے سلسلے میں جس سعی و جہد جس ذوق و شوق، جس عشق و محبت، جس وارفتگی اور جاں نثاری کا اظہار کسی شخص سے ہوگا، اسی قدر فضیلت کے ترازو میں اس کا وزن زیادہ نکلے گا۔

لیکن عبادت کو خالص اور زندگی کے ہر پہلو پر صبر و ثبات سے حاوی کرنے کے لیے جس چیز کی حقیقی ضرورت ہے وہ ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر پورا ہونا اس کی رزاقی پر مکمل بھروسا، اس کے عالم الغیب ہونے پر کامل یقین، اس کے رحیم و کریم ہونے پر اعلیٰ درجے کا توکل، اس کے مالکِ یوم الدین ہونے پر سچے دل سے پختہ یقین، اس کے احکام پر عمل کرنے کا انتہائی ذوق و شوق اور ان سے انحراف کرنے سے شدید خوف و ہراس، اس کی حرام کردہ چیزوں سے کلی اجتناب اور اس کے اوامر پر عمل کرنے کی بے انتہا سعی، اس کی پسند کو دل سے اپنی پسند سمجھنا اور اس کی ناپسند کو اپنی روح کی گہرائیوں سے ناپسند کرنا، اس کی وفاداری کے مقابلے میں دوسری تمام وفاداریوں کو ہیچ سمجھنا اور اس کی اطاعت کو تمام اطاعتوں پر حاوی کر دینا۔ غرض ایمان کی ان ٹھوس بنیادوں پر عمل کو استوار کرنا ہی حقیقی مسلم ہونا ہے۔ اللہ کے حکم کے تحت ہی کسی سے جڑ جانا اور اسی کے حکم کے تحت کسی سے کٹ جانا اور انسانی عمل کے ہر گوشے سے اس بات کا اظہار ہونا کہ اس کے دل و دماغ کے کسی کونے میں بھی غیر اللہ کی محبت اور اطاعت کا کوئی بت باقی نہیں رہا ہے۔ مسلم ہونے کی ان ضروری شرائط کے ساتھ جب اللہ کے ڈر اور خوف کا اضافہ ہو جائے کہ انسان

ہر دم اس کے احکام پر عمل کرنے کے لیے کمر بستہ رہے۔ اس کے ہر فعل سے مکمل اطاعتِ الٰہی کا اظہار ہو، اس میں اللہ کے ہاں جواب دہی کا احساس ایک جیتا جاگتا جذبہ اور منہ بولتی حقیقت بن جائے۔ اس کی حس اتنی تیز ہو کہ وہ اللہ کے حکم سے خفیف سے خفیف غیر شعوری انحراف کو بھی اپنے نفس کی تہہ میں جانچ لے اور اسے وہیں ختم کر دینے پر آمادہ رہے۔ وہ پوری ذمہ داری سے اپنی زندگی کا بار بار جائزہ لے اور ہر گھڑی محاسبہ کرے کہ اس کی کوئی حرکت منشائے الٰہی کے خلاف نہ ہو تو اسی کیفیت کا نام تقویٰ ہے اور اسی کیفیت میں اضافے کے لیے فرمایا گیا ہے۔ **ان اکرمکم عنداللہ اتقکم**۔ اسی تقویٰ کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے معیارِ فضیلت قرار دیا ہے اور اسی کیفیت کو سندِ بزرگی عطا کی گئی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

”اللہ کی ناراضی سے بچو، جو اللہ کے غضب سے ڈرتا ہے وہ پورا پورا کامیاب ہوا۔ پرہیزگاری مراتب کو بلند کرتی ہے۔“

پھر فرمایا:

حضور ﷺ کے برپا کردہ اسلامی انقلاب کے پیشِ نظر صالح افراد کو چن چن کر اوپر لانا ضروری تھا تاکہ وہ دنیا میں اصلاح کریں، امن قائم کریں اور انسانوں کو انسانیت کا سبق دیں۔ تقویٰ کے اس معیار پر اگر ایک حبشی بھی پورا اترتا تھا تو وہی اوپر آنے کا حقدار قرار پاتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

”سنو! اگر تم پر نکٹا حبشی بھی امیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب اللہ کے مطابق تمہیں چلائے تو اس کی بات ماننا اور اطاعت کرنا۔“

اسی معیار کے پیشِ نظر آپؐ نے کسی فاجر کی قیادت قبول کرنے سے منع فرما دیا:

”کوئی اُجڈ گنوار کسی مہاجر کا امام نہ بنے اور نہ کوئی فاجر شخص کسی پارسا مومن کا۔“

قرآن میں فرمایا:

”اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی دوست اور محبوب نہ رکھو، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو محبوب رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان کو محبوب رکھے گا، وہ ظالموں میں شمار ہوگا۔“

مزید فرمایا گیا:

”جو اپنے عہد کو پورا کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں تو اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

مزید فرمایا گیا:

”اے محمد! کہو، میری نماز اور میرے تمام مراسم عبودیت، میرا مرنا، میرا جینا سب کچھ اللہ کے لیے ہے۔ اور سب سے پہلے میں اس کی اطاعت میں سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔“

مالک نے مزید حکم دیا:

”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے۔“ (سورۃ البقرہ)

حضور ﷺ کی معرفت ملنے والے یہ احکام انسان کو اس کے حقیقی معیارِ فضیلت سے آگاہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس معیار سے ہٹ کر اگر کوئی شخص یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ وہ فلاں خاندان سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے اسے جہنم کی آگ نہ چھوئے گی یا فلاں بزرگ سے اس کا رشتہ ہے اس لیے وہ اسے چھڑا لیں گے تو اس قسم کا فالج زدہ تقویٰ شاید ہی اللہ کی میزانِ عدل میں کوئی وزن پا سکے۔ اصل تقویٰ تو وہی ہے کہ انسان کی زندگی کا اندر اور باہر ان حدود کے اندر رہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر فرما دی ہیں۔ اور ایسا ہی تقویٰ آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو سکھایا تھا۔

چنانچہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابیؓ بن کعب سے تقویٰ کا مفہوم پوچھا، انہوں نے فرمایا:

”امیر المومنین آپ کسی ایسے راستے سے گزرے ہیں جس کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں؟“

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”ہاں“

حضرت ابیؓ نے پوچھا: ”آپ وہاں سے کیسے گزرتے ہیں؟“

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”دامن کو سمیٹ کر اور بچا کر گزر جاتا ہوں۔“

حضرت ابیؓ نے فرمایا: ”بس یہی تقویٰ ہے۔“

گویا تقویٰ یہ ہے کہ انسان اللہ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچ بچ کر حدودِ شریعت کے اندر رہتا ہوا زندگی گزارے۔

اس طرح اسلام نے اپنے نئے معیارِ فضیلت پر جو سوسائٹی تعمیر کی، اس میں ایران کے سلمانؓ بھی تھے جو اپنے آپ کو ابن اسلام کہتے تھے اور جن کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ سلمانؓ ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ ان میں بازانؓ بھی تھے جن کا نسب شاہانِ ایران سے جا ملتا تھا۔ ان میں حبشہ کے بلالؓ بھی تھے جن کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: ”بلالؓ ہمارے آقا کے غلام اور ہمارے آقا ہیں۔“

ان میں روم کے صہیبؓ بھی تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی جگہ امامت کے لیے کھڑا کیا تھا۔ ان میں حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام حضرت سالمؓ بھی تھے جن کے متعلق حضرت عمرؓ نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا تھا: ”آج وہ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلافت کے لیے نامزد کرتا۔“

ان میں زیدؓ بن حارثہ ایک غلام بھی تھے جن سے رسول کریم ﷺ نے اپنی پھوپھی کی لڑکی کو بیاہ دیا تھا۔ ان میں حضرت زیدؓ کے بیٹے حضرت اسامہؓ بھی موجود تھے جنہیں رسول کریم ﷺ نے ایسے لشکر کا سردار بنایا تھا جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے صحابہؓ کبار موجود تھے، جن کے متعلق حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا کہ: ”اسامہ تجھ سے اور اس کا باپ تیرے باپ سے افضل ہے۔“

یہ تھا وہ معاشرہ جو اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کے اصول پر تعمیر ہوا تھا۔ اس اصول پر جب ایک اسٹیٹ وجود میں آئی تھی، تو اس کے کارکن، اس کے جج اس کے حاکم اور اس کے چپڑاسی تک بالکل مختلف نوعیت کے تھے۔ آج کا ایک بڑے سے بڑا جج بھی اپنے موجودہ اخلاق کے ساتھ اُس اسلامی عدالت کا کلرک اور چپڑاسی بننے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اسلام جانی بوجھی اچھائیوں اور نیکیوں کو معروف کا نام دے کر ان پر انسان کو اُکساتا ہے اور جو لوگ اس مقصد کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں، انہیں بھلے آدمی اور متقی قرار دیتا ہے۔ اسی طرح وہ جانی بوجھی برائیوں کو منکر کا نام دے کر انسانوں کو ان سے روکتا ہے اور ان کا ارتکاب کرنے والوں کو بُرے لوگ اور فاسق و فاجر قرار دیتا ہے۔

یہی وہ میزانِ فضیلت ہے جو اسلام نے زمانے کے سامنے پیش کی تاکہ بنی نوع انسان اس میں اپنے آپ کو تول سکیں۔ اسی میں تول کر وہ اپنے حاکموں اور نمائندوں کو مقرر کریں اور اسی میں تول کر وہ کسی کو معزز قرار دیں اور کسی کو گرا ہوا سمجھیں۔ یہ میزان ہی مساوات انسانی کی بہترین ضمانت ہے۔

اسلام نے یہ اصول ہمیشہ کے لیے مقرر کر دیا کہ دنیا کے امن اور فلاحِ انسانیت کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اللہ سے ڈرنے والے اور آخرت میں جوابدہی کا پورا پورا احساس رکھنے والے لوگ سامنے آئیں۔ اور وہ لوگ پیچھے ہٹ کر رہیں جن کی ہوس کے سامنے فتنوں کے سارے دروازے کھلیں اور جن کے دماغ شیطان کا گھونسلا ہوں۔ حضور ﷺ نے دنیا کو تباہی سے بچانے کی یہی عملی تدبیر پیش فرمائی اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔

حضور ﷺ کے اپنے قائم کردہ معاشرے میں عزت و ذلت اور فضیلت و مسکنت کے بھی پیمانے مقرر تھے۔ اسی بدلے ہوئے معیار نے انسانیت کا معیار بدل ڈالا تھا اور لوگ معیارِ زندگی کی بجائے معیارِ اخلاق اور معیارِ انسانیت تلاش کرنے لگے تھے۔

(کتاب ”رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب“ سے انتخاب)

عالم اسلام کے خلاف سازشیں

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: پروفیسر غالب عطاء (معروف دانشور)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد
مرتب: مرتضیٰ احمد اعوان

سوال: اسلام کے خلاف سازشوں کا آغاز تو اسلام کی آمد کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادتیں بھی ایک سازش کے تحت ہوئی تھیں۔ یہ بات کہاں تک درست ہے؟

ایوب بیگ مرزا: بلاشبہ نبی اکرم ﷺ نے جب نبوت کا اعلان کیا اور آپؐ کے ساتھ کچھ صحابہؓ شامل ہوئے تو اُسی وقت سے آپؐ کے خلاف اور اسلام کے خلاف سازشیں شروع ہو گئی تھیں۔ یہاں تک کہ آپؐ کو قتل کرنے کی سازش بھی کی گئی تھی۔ (معاذ اللہ) لیکن وہ تمام سازشیں ناکام ہوئیں اور اسلام کے پھیلنے کے عمل کو نہیں روک سکیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی سازشیں ہوئیں اور وہ بھی ناکام ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور نسبتاً طویل دور تھا۔ آپؓ نے 10 سال حکومت کی۔ آپؓ کے دور میں بھی اسلام کے خلاف بہت سازشیں ہوئیں۔ اِس ضمن میں سب سے بڑی سازش وہ ہے جس میں آپؓ کی شہادت ہوئی۔ ایک ایرانی غلام ابولولو فیروز نے آپؓ کو شہید کیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ آپؓ کا دورِ حکومت تقریباً 12 سال کا ہے۔ ان میں 10 سال امن و امان کا دور دورہ رہا۔ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ دشمنانِ اسلام خاص طور پر یہودیوں نے محسوس کر لیا تھا کہ اسلام جس طرح فتوحات حاصل کر رہا ہے اگر اس کے آگے بند نہ باندھا گیا تو یہ پوری دنیا کو فتح کر لے گا۔ وہ یہ جانتے تھے کہ اسلام کا مقابلہ عسکری میدان میں نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام کو میدانِ جنگ میں شکست نہیں دی جا سکتی۔ لہٰذا انہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے اپنا رخ میدانِ جنگ کی بجائے سازشوں کی طرف کر لیا۔ انہوں نے ابتدائی سازش یہ کی کہ مسلمانوں کے اتحاد و یگانگت کو نقصان پہنچایا جائے۔ اس مقصد کے لئے اُن میں ایسی افواہیں پھیلائی جائیں جن سے مسلمان آپس میں دشمن بن جائیں۔ یہ کام حضرت عثمانؓ کے دور میں شروع ہو گیا تھا۔ عبداللہ بن سبا ایک یہودی تھا۔ اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھا اور حضرت عثمانؓ کے خلاف غلط اور بے بنیاد افواہیں پھیلانی شروع کر دیں۔ وہ مختلف علاقوں میں جاتا تھا اور حضرت عثمانؓ کے خلاف نئی نئی کہانیاں گھڑتا تھا۔ اسی سبائی سازش کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ مسلمانوں ہی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ یعنی پہلی دفعہ یہ سازش کامیاب ہوئی کہ اس سازش کے نتیجے میں مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور خلیفۃ المسلمین کی مظلومانہ شہادت ہو گئی۔ اس وقت سے لے کر آج تک مسلمان متحد نہیں ہو سکے۔ شہادت عثمانؓ سے وقتی طور پر اسلامی فتوحات کا سلسلہ بھی تھم گیا۔ تو یہ ایسی منظم سازش تھی، جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔

سوال: آپ کے خیال میں امت مسلمہ کب اور کیسے زوال کا شکار ہونا شروع ہوئی؟

پروفیسر غالب عطاء: جب ہم مسلمانوں کے زوال کا تجزیہ کرتے ہیں تو اس کی بنیادی وجہ مسلمانوں میں اجتہاد کا فقدان معلوم ہوتی ہے۔ خلافت عثمانیہ میں یہ بات کہی جانے لگی تھی کہ بڑے بڑے اجتہادات ہو چکے ہیں، لہٰذا اب نئے اجتہاد کی ضرورت نہیں۔ اس وجہ سے ایک بڑا سقم واقع ہو گیا۔ مغرب میں سائنس اور سوشل سائنس میں جو نئی نئی چیزیں اور ایجادات وغیرہ پروان چڑھ رہی تھیں، اُن سے مسلمان مرعوب ہو رہے تھے اور وہ مغرب کی مادی ترقی کو اختیار کر رہے تھے۔ جب مسلمانوں نے مغرب کی مادی چیزوں کو اختیار کرنا شروع کیا تو اس کے ساتھ انہوں نے وہ چیزیں بھی اختیار کرنی شروع کیں جن کے بارے میں اللہ و رسول ﷺ کے واضح احکامات موجود تھے۔ امت مسلمہ کے زوال کی دوسری وجہ عربی زبان کا رائج نہ ہونا ہے۔ خلافت عثمانیہ میں عربی زبان مجتہدین کو آتی تھی، لیکن عوام الناس میں رائج نہیں تھی۔ اگر وہ عوام میں رائج ہوتی تو صورتحال مختلف ہوتی۔ کیونکہ لوگ زندگی کے معاملات کے بارے میں بالواسطہ راہنمائی قرآن و سنت سے حاصل کر سکتے تھے، جو بالآخر انہیں اجتہاد تک لے جاتی۔ کیونکہ مسلمانوں کی ترقی میں بنیادی چیز قرآن و سنت کا فکر تھا، جس کی بنیاد پر انہوں نے اسلام کو تلوار کی طاقت کے ذریعے عروج تک پہنچایا۔ زوالِ امت کی تیسری وجہ اغیار کی سازشیں تھیں۔ برطانیہ جس دور میں سپر پاور تھا، اس وقت برطانیہ میں ایک وزارت خاص اس کام پر مامور تھی کہ مسلمانوں اور ان کی خلافت کو کیسے ختم کیا جائے۔ وہ وزارت دو سو سال تک قائم رہی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اِس وقت مسلمان دوبارہ عروج کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ سوویت یونین کی تحلیل سے پہلے بنیادی جنگ امریکہ اور روس کے درمیان ہوتی تھی اور مسلمان ان کے آلۂ کار کے طور پر استعمال ہو رہے تھے۔ لیکن 1990ء کے بعد جب سوویت یونین تحلیل ہو گیا تو اسلامی تحریکوں نے اُبھرنا شروع کیا۔ امریکہ اب ان تحریکوں کو کچلنے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن اسے کسی بھی جگہ خاطر خواہ کامیابی نہیں مل رہی۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں۔ سٹیفن بیڈل "جارج واشنگٹن یونیورسٹی" کے پولیٹیکل سائنس کے پروفیسر اور امریکی حکومت کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ایڈوائزر ہیں۔ انہوں نے 2013ء میں Ending the AfghanWar کے نام سے ایک رپورٹ شائع کی ہے۔ اس رپورٹ میں انہوں نے کہا ہے کہ افغانستان کی صورت حال کے تناظر میں امریکہ کے پاس دو ہی آپشنز ہیں: ایک یہ کہ امریکہ افغان جنگ ختم کر کے مکمل طور پر وہاں سے نکل جائے۔ دوسرے یہ کہ افغان طالبان سے مذاکرات کر کے کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر اپنا وجود وہاں برقرار رکھے۔ یعنی حکومت طالبان کے حوالے کر کے کچھ نہ کچھ اپنے اڈے وہاں پر قائم کرے۔ جب ان کے ناقدین نے تیسری آپشن کی بات کی تو انہوں نے کہا کہ اگرچہ تیسری آپشن یہ ہوسکتی ہے کہ آپ وہاں پر کچھ زیادہ عرصہ قیام کریں، لیکن اس کا معاشی بوجھ

برداشت کرنا مشکل ہوجائے گا اور وہاں پر آپ زیادہ عرصہ ٹھہر نہیں سکیں گے اور آپ کو پھر بھی ناکام لوٹنا پڑے گا۔ دراصل امریکی عوام اب اس بات کے حق میں نہیں ہیں کہ امریکی افواج کسی دوسرے ملک میں جا کر کوئی کارروائی کریں۔ افغان جنگ نے امریکہ کو جو نقصان پہنچایا ہے کہ اُس کے سبب اب وہ اس قابل نہیں ہے کہ آئندہ اس طرح کی فوجی جارحیت کا متحمل ہو سکے۔ اُس کا سپر پاور کا امیج اب پارہ پارہ ہوتا نظر آ رہا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ یوکرائن میں روس امریکہ کے خلاف میدان میں آ گیا ہے۔ حالانکہ 1990ء کے بعد سے روس اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ وہ امریکہ کے مقابل آ سکے۔ امریکہ اسلامی جہادی تحریکوں سے جنگ کرنے کی وجہ سے کمزور ہوا۔ یہی اس کی کمزوری کی بنیادی وجہ ہے۔

سوال: برصغیر میں مسلمانوں کے اقتدار کے خاتمے میں کیا سازشیں کارفرما تھیں؟ کیا جنگِ عظیم اوّل اور دوئم بھی کسی سازش کا نتیجہ تھیں؟

ایوب بیگ مرزا: اس امر میں کوئی شک نہیں کہ برصغیر میں مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ سازشوں کے ذریعے ہی ہوا۔ جب انگریز (ایسٹ انڈیا کمپنی کی صورت میں) یہاں آئے تھے، اُس وقت اتفاق سے شاہ جہان کی بیگم بیمار تھیں۔ ایک انگریز ڈاکٹر نے اس کا علاج کیا۔ شاہ جہان نے خوش ہو کر اُسے پیشکش کی جو چاہتے ہو، مانگو، تمہیں عطا کروں۔ انگریز ڈاکٹر نے اپنے لیے کچھ نہیں مانگا، البتہ یہ کہا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو تجارتی مراعات دے دی جائیں اور ان کا جو سامان یہاں آتا ہے، اس کی چیکنگ نہ ہو۔ شاہ جہان نے اُس کا یہ مطالبہ مان لیا۔ یہاں سے انگریز کو یہاں پاؤں جمانے کا موقع ملا۔ اس کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی آگے بڑھتی چلی گئی۔ پھر میسور میں ٹیپو سلطان اور بنگال میں سراج الدولہ انگریزوں کو زبردست شکست دے چکے تھے۔ لیکن پھر اپنوں کی غداری سے دونوں کو شکست ہوگئی۔ ایک طرف میر صادق آیا اور دوسری طرف میر جعفر، دونوں انگریز کی سازش کا حصہ بنے اور انگریزوں نے مسلمانوں ہی کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیں اور پھر ہندوستان سے مسلمانوں کا اقتدار ختم ہوگیا۔ اگر یہ سازشیں نہ ہوتیں تو مسلمانوں کا اقتدار ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد 1857ء کی جنگِ آزادی میں بھی انگریز کو شکست ہو رہی تھی، لیکن وہاں بھی انگریزوں کو اپنی سازش کو کامیاب بنانے کے لئے سکھ مل گئے۔ سکھوں کے لیے لاہور کا کشمیری دروازہ کھولا گیا اور انہوں نے لاہور فتح کر لیا۔ پھر وہ فتح سارے انڈیا میں پھیل گئی۔ اس کے بعد ہندوستان مکمل طور پر برطانیہ کے قبضہ میں آ گیا۔ پہلے یہاں صرف ایسٹ انڈیا کمپنی تھی، 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد براہ راست برطانوی تخت کی حکومت قائم ہوگئی۔ تو یہ سارا کچھ یقیناً سازشوں کے ذریعے ہوا ہے۔

آپ نے جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم کا ذکر کیا۔ ان جنگوں میں دونوں متحارب قوتیں عیسائی تھیں۔ لیکن ان جنگوں کے نتیجے میں مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ اصل میں یہودیوں نے سازش کے تحت یہ جنگیں کروائی تھیں۔ کیونکہ یہودی لابی عالمی قوت کا مرکز تبدیل کرانا چاہتی تھی۔ یہودی یہ چاہتے تھے کہ عالمی قوت کا مرکز لندن سے واشنگٹن منتقل ہو جائے۔ ان کی یہ سازش کامیاب ہوئی اور عالمی قوت کا مرکز واشنگٹن منتقل ہو گیا۔ اس سے پہلے یہودی نیویارک کو اقتصادی طور پر فتح کر چکے تھے۔ لیگ آف نیشنز اور اقوام متحدہ جیسے ادارے بھی مسلمانوں کے خلاف سازش کے تحت قائم کیے گئے تھے۔ اقوام متحدہ کے تحت جو ادارے قائم ہوئے، آئی ایم ایف، عالمی بینک وغیرہ یہ بھی ایک سازش ہے۔ یہودی جانتے تھے کہ اب جمہوریت کا دور دورہ ہے۔ ایسے میں مسلمانوں پر عسکری قبضہ برقرار رکھنا مشکل ہوگا۔ لہٰذا انہوں نے ان اداروں کے ذریعے مسلمانوں پر اقتصادی حملہ کیا۔ اب جو مسلمان ملکوں میں حالات خراب کیے جا رہے ہیں، یہ بھی ایک سازش کا حصہ ہے۔ اب یہودی عالمی مرکز کو واشنگٹن سے اُٹھا کر تل ابیب لے جانا چاہتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں جو اُکھاڑ پچھاڑ ہو رہی ہے، اس کا اصل مقصد یہی ہے۔ یہ یہودیوں کی سازش ہے۔ ہوگا کیا، یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

پروفیسر غالب عطاء: دوسری جنگِ عظیم کے خاتمے پر اسلامی ریاست ٹوٹ گئی۔ اور اس کے بعد 45 کے قریب ملک معرضِ وجود میں آ گئے۔ اقوام متحدہ بذات خود اٹلانٹک چارٹر کا تسلسل ہے۔ اگر آپ اقوام متحدہ کی پرانی دستاویزات دیکھیں تو اس میں 4,3 چیزیں سامنے آئیں گی۔ ان میں سے ایک اٹلانٹک چارٹر ہے، جو 14 اگست 1940 کو چرچل اور روزویلٹ کے درمیان طے ہوا تھا۔ اس چارٹر میں یہ طے ہوا تھا کہ امریکہ دوسری جنگ عظیم میں اس شرط پر برطانیہ کا ساتھ دے گا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد برطانیہ اپنی ساری فوجیں دنیا سے واپس بلا لے گا اور وہاں پر موجود علیحدگی پسند تحریکوں کو سپورٹ کیا جائے گا۔ یہی تحریکیں بالآخر ’’قومی ریاست‘‘ وجود میں لائیں اور اسلامی دنیا میں 45 ممالک معرض وجود میں آئے۔ اسی چارٹر کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ مشرق وسطیٰ اور دیگر ممالک میں جہاں برطانیہ کی کالونیاں تھیں، ان کے معدنی وسائل ہم ساری انسانیت کے لیے استعمال کریں گے (یا وہ ساری دنیا کے لیے دستیاب رہیں گے) گویا اقوام متحدہ بھی مسلمانوں کے خلاف قائم ہوئی ہے اور یہ مسلمانوں کے ساتھ discrimination والا رویہ رکھتی ہے۔ یہ امریکہ کا ایک ٹول ہے، اس کی ایک شیلڈ ہے جو وہ اپنے مظالم کو چھپانے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ امریکا نے مشرق وسطیٰ اور دوسرے چھوٹے ممالک میں معدنی وسائل پر گرفت یقینی بنانے کے لیے اپنی فوجیں وہاں رکھیں اور جو بڑے ممالک تھے ان کی فوجوں کے حوالے سے اس امر کا اہتمام کیا کہ وہ امریکہ کے مفادات کا تحفظ کریں۔ اب مڈل ایسٹ میں تبدیلی آ رہی ہے۔ وہاں بشار الاسد کی حکومت سنیوں کا قتل عام کر رہی تھی تو امریکہ نے وہاں کی جہادی تنظیموں کو سپورٹ کیا۔ لیکن اب وہ چیز ان کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اب جہادی تنظیمیں براہ راست امریکہ کی فوجوں پر حملے کر رہی ہیں۔ بیگ صاحب نے تل ابیب کی بات کی ہے۔ تل ابیب تو مارجن لائز ہو رہا ہے۔ لیکن سویڈن نے فلسطین کو آزاد ملک کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ اسرائیل کے لیے تو ایک ایشو ہے۔ اسلام کے لیے بھی ایک ایشو ہے کہ اسلام کے مطابق اسرائیل عرب سرحدوں کے اندر اپنا وجود قائم نہیں کر سکتا۔ وہ اس بارڈر سے باہر ہوگا۔ لہٰذا اسرائیل کے مقبوضہ علاقوں کو بازیاب کرانا مسلمانوں کے لیے فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہادی تنظیموں کی نشوونما اسرائیل کے لیے بڑی خطرناک ہے۔ اسلامک سٹیٹ کے نام سے عراق و شام میں کارگزار جو فورس جس طور سے پروان چڑھ رہی ہے وہ حیرانی کن ہے۔ سعودی عرب نے اوپیک میں اپنی تیل کی پیداوار کو برقرار رکھا ہے۔ وہ اس کو کم نہیں کرے گا۔ اب دنیا میں تیل کی پیداوار طلب کے مقابلے میں زیادہ ہے، جس کی وجہ سے تیل کی قیمت کم ہو رہی ہے۔ اس کی قیمت کم ہونے کی وجہ سے روس اپنی اکانومی کو manage کرنے کا کوئی سامان نہیں کر رہا۔ روس کی اکانومی 50 فیصد تیل کے سہارے پر قائم ہے۔ اس وجہ سے روس اپنے انٹرنیشنل آپریشنز Manage نہیں کر سکے گا۔ لیکن یہ چیز امریکہ کو بھی Hit کر رہی ہے۔ کیونکہ گیس

اور تیل کو پروڈیوس کرنا بہت مہنگا ہے۔ امریکہ کو واپس مڈل ایسٹ کی طرف دیکھنا ہوگا۔ سعودی عرب کے اس اقدام سے روس اور امریکہ دونوں کا نقصان ہوا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: غالب عطاء صاحب جو باتیں کر رہے ہیں، میری خواہش ہے کہ کاش ایسا ہو جائے۔ لیکن میری نظر میں یہ ہوتا نظر نہیں آ رہا۔ یورپ نے جیسا فلسطین قبول کیا ہے، یہ اس کو اسلامی فتح قرار دے رہے ہیں۔ میں اس کو اسلامی شکست قرار دے رہا ہوں۔ اسی طرح کا فلسطین تو اسرائیل چاہتا ہے۔ یعنی ایک مفلوج، مکمل طور پر اسرائیل کا باج گزار فلسطین، جس کا سب کچھ اسرائیل کے دم خم سے اور اس کی اجازت سے ہوگا۔

سوال: ریاست پاکستان جو اسلام کا قلعہ کہلاتی تھی، اس کی کمزوری کے اسباب کیا ہیں؟ اور کیا وجہ ہوئی کہ آج دشمنانِ پاکستان اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے ٹائم فریم دے رہے ہیں؟

پروفیسر غالب عطاء: ملک ہمیشہ کسی فکر کی بنیاد پر قائم رہ سکتا ہے۔ پاکستان کا فکر اسلام تھا۔ اگر ہم اسلام کے ساتھ مخلص رہیں گے، اسلام کو پورے طور پر ریاست میں رائج کریں گے تو اس بنیاد پر ریاست ترقی کرے گی، عوام ترقی کریں گے اور امت مسلمہ ترقی کرے گی۔ پاکستانی ریاست مدینہ کی چھوٹی سی ریاست سے مماثلت رکھتی ہے۔ ریاست مدینہ کی سرحدیں تو مسلسل پھیلتی چلی گئی تھیں۔ ہمارا افغانستان کے ساتھ یہ تعلق ہونا چاہیے کہ افغانستان کو اور خود کو بھی بیرونی خطرات سے محفوظ رکھنے کے لیے ہم اس کی ذمہ داری اُٹھائیں۔ ہم یہ بات سارے عالم اسلام کے بارے میں کہیں۔ آخر ہمارے ایٹمی ہتھیاروں کا کوئی نیوکلیئر پروٹوکول ہونا چاہیے، کہ وہ کس کس علاقے کی حفاظت کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ کیا اس کے اندر حرمین شامل ہے؟ اگر ہم ان کو عالم اسلام کی حفاظت کے لیے استعمال کر سکیں تو پھر پاکستان اسلام کا قلعہ ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے آپ کو اقوام متحدہ کے چارٹر کے ساتھ منسلک کریں گے تو یہ بات نظریاتی طور پر ہمارے لیے بہت خطرناک ہوگی۔

ایوب بیگ مرزا: جو ملک کسی نظریے کی بنیاد پر بنے اگر وہاں وہ نظریہ عملی صورت اختیار نہ کرے تو وہ ملک اپنی بقاء کا جواز کھو دیتا ہے۔ سوویت یونین سوشلزم کے نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا تھا۔ وہ نظریہ بالکل غلط تھا۔ لیکن انہوں نے پورے طور پر ریاست کو اس پر پروان نہیں چڑھایا تو وہ 67 سال کے بعد ختم ہوگئی۔ ہمارے پاس انتہائی مضبوط اسلامی نظریہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے ذریعے ہمیں عطا فرمایا۔ اِسی نظریے کی بنیاد پر ہم نے یہ ملک بنایا تھا۔ اگر ہم اس نظریئے کو چھوڑ دیں گے، اس فکر کو عملی شکل نہیں دیں گے تو پھر جو حال سوویت یونین کا ہوا، خاکم بدہن وہی ہمارا ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ہم پاکستان کو اس نظریہ کے مطابق بنائیں تو پاکستان ضرور ایک مستحکم اور مضبوط ملک بنے گا۔ ان شاء اللہ

سوال: یہ بتایئے کہ پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے میں صرف ہماری اشرافیہ رکاوٹ ہے یا عوام الناس کا بھی اس میں کوئی قصور ہے؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان میں اسلام نافذ نہ کرنے اور اِسے ایک اسلامی فلاحی ریاست نہ بنانے کے جرم میں پاکستان کا ہر ہر فرد شریک ہے۔ اس جرم میں سب شامل ہیں۔ ان میں سے آپ ان لوگوں کو نکال دیجیے جو اخلاص کے ساتھ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی تگ ودو کر رہے ہیں۔ باقی ہر شخص اس کا ذمہ دار ہے، جو بھی اس حوالے سے کوشش نہیں کر رہا۔ ہم نے 1947ء میں لاالٰہ الا اللہ کی بنیاد پر یہ ملک حاصل کیا۔ مارچ 1949ء میں یہاں قرارداد مقاصد بھی منظور ہوگئی۔ اس قرارداد کی منظوری میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا کردار بہت اہم ہے۔ انہوں نے اسمبلی میں تقریر کی اور کہا کہ اگر آپ یہ قرارداد منظور نہیں کرتے تو میں اسمبلی سے باہر جاؤں گا اور لوگوں کو بتاؤں گا کہ مسلم لیگ نے آپ کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ اس دھمکی کی بنیاد پر یہ قرارداد مقاصد منظور ہوئی۔ اس قرارداد نے اگرچہ پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے لیے ایک سمت کا تعین کر دیا تھا، لیکن چونکہ یہ کام کسی دلی خواہش یا جذبہ کی بجائے ایک دھمکی کی وجہ سے ہوا تھا، لہٰذا اس پر عمل درآمد نہیں ہونے دیا گیا۔ کیونکہ اسمبلی میں ایسے سیکولر لوگ بھی موجود تھے جو اسلام کے نفاذ کی کھلم کھلا مخالفت کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ پاکستان کی اسمبلی میں اِس بات کے اعلان واقرار سے کہ مقتدرِ اعلیٰ اللہ کی ذات ہے، ہمارے سر دنیا کے سامنے جھک گئے ہیں۔ لہٰذا قرارداد مقاصد کی منظوری کے باوجود عملی طور پر یہ لوگ کامیاب ہوگئے۔ سازش یہ ہوئی کہ قرارداد مقاصد کو لپیٹ کر رکھ دیا گیا اور پاکستان کا سفر متضاد سمت میں شروع ہوگیا اور نتیجتاً عملی طور پر پاکستان ایک سیکولر سٹیٹ بن کر رہ گیا۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستان اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو امت مسلمہ کے احیاء کے لیے کیا اقدامات اُٹھانے چاہئیں۔

پروفیسر غالب عطاء: عالم اسلام میں جتنی بھی احیائی تحریکیں ہیں ان کو نمایاں کیا جانا چاہیے۔ اہل اقتدار کو ان کے ساتھ بیٹھ کر گفت وشنید کرنی چاہیے اور ان کو سمجھنا چاہیے۔ اگر اہل اقتدار یہ ذمہ داری ادا نہیں کرتے تو پھر جید علماء کرام اور سکالرز کا یہ کام ہے کہ وہ ان سب کو نمایاں کریں۔ کیونکہ یہی یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے 48 ممالک کی فوجوں کو شکست دی ہے۔ ان کے ساتھ غیر ملکی ایجنسیوں کے ایجنٹوں کو شامل نہ کریں۔ اُن کا معاملہ الگ ہے۔ لیکن ایسے مخلص لوگ جو کفار کے خلاف لڑتے رہے ہیں، ان کو نمایاں کرنا ضروری ہے اور ان کے ساتھ جنگ نہیں کرنی چاہیے۔ ہم کب تک روس، امریکہ اور چین کی اطاعت کرتے رہیں گے؟ اللہ کے آگے سر جھکانے کا وقت کب آئے گا؟ موت انسان کے بہت قریب ہوتی ہے۔ وہ کسی بھی وقت آ سکتی ہے۔ ہم یوم حشر کیا جواب دیں گے۔ اسلامی تحریکوں اور مقتدر قوتوں میں مفاہمت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اگر یہ ہم کر لیں تو دنیا اور آخرت دونوں میں ہمیں کامیابی حاصل ہوگی۔

ایوب بیگ مرزا: پشاور کے حالیہ واقعہ کی ایک سازش منظر عام پر آ گئی ہے۔ ہندوستان کے وزیراعظم مودی کا ایک سکیورٹی ایڈوائزر اجیت دال اس سانحہ سے پہلے افغانستان گیا تھا۔ وہ وہاں خاص طور پر کنڑ گیا، جہاں پر کچھ پاکستان مخالف لوگ موجود ہیں۔ ان سے اس نے ملاقات کی تھی۔ یہ بات تحقیقات سے باقاعدہ ثابت ہو چکی ہے۔ تو جن سازشوں کا ہم ذکر کر رہے تھے، وہ اب بھی جاری ہیں۔ اسلام کے احیاء کے بارے میں میں یہ کہوں گا کہ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا اسوہ کیا ہے۔ آپؐ نے جزیرہ نمائے عرب میں اسلام نافذ کیا تھا۔ ہمارے لیے آپؐ کے اُسوے سے بہتر کوئی اُسوہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم نظریاتی سطح پر، تربیتی سطح پر، فکری سطح پر اور دعوت کی سطح پر نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کو سامنے رکھ کر کوشش کریں گے تو ان شاء اللہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ ساری دنیا میں اسلام کا غلبہ ہوگا۔

☆☆☆☆

جنید جمشید کے بیان کا معاملہ

انجینئر نوید احمد

پچھلے دنوں سوشل میڈیا پر جنید جمشید کے ایک بیان کا کلپ منظر عام پر آیا۔ اِس بیان میں موصوف نے ام المومنین حضرت عائشہ ؓ کے بارے میں جس طرح کی گفتگو کی، وہ غیر محتاط اور ادب و تعظیم کے منافی تھی۔ اُن کی اِس گفتگو کی تمام مسالک کے علماء نے مذمت کی۔ توجہ دلانے پر جنید جمشید نے اِس گفتگو کو اپنی کم علمی اور جہالت کا مظہر قرار دیا، برسرِ عام سوشل میڈیا پر آکر معافی مانگی اور اپنے بیان پر توبہ و اظہارِ ندامت کیا۔

جنید جمشید نے اپنے بیان میں جو واقعہ بیان کیا ہے، وہ بخاری شریف میں اِس طرح نقل ہوا ہے:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ؓ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ ؓ وَا رَأْسَاهْ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاكِ لَوْ كَانَ وَأَنَا حَيٌّ، فَأَسْتَغْفِرُ لَكِ وَأَدْعُو لَكِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ ؓ وَاثُكْلِيَاهْ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأَظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِي، وَلَوْ كَانَ ذَاكَ لَظَلِلْتَ آخِرَ يَوْمِكَ مُعَرِّسًا بِبَعْضِ أَزْوَاجِكَ

(صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب الاستخلاف)

حضرت یحییٰ بن سعید ؓ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے سنا کہ حضرت عائشہ ؓ کے سر میں درد ہوا، کہنے لگیں ہائے میرا سر پھٹا جاتا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر ایسا ہوا (تو میرے سامنے مرگئی) اور میں زندہ رہا تو تیرے لیے میں مغفرت کی دعا کروں گا۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا ہائے مصیبت! خدا کی قسم میں سمجھتی ہوں آپ ﷺ میری موت چاہتے ہیں، میں مر جاؤں تو آپ ﷺ اُسی دن شام کو دوسری عورت سے شادی کر لیں گے"۔

(ترجمہ و حواشی صحیح بخاری، از علامہ وحید الزمان و مولانا عبدالرزاق صاحب، جلد ششم صفحہ 285)

واقعہ کا بیان جنید جمشید نے جس طرح کیا بلاشبہ وہ مبارک ہستیوں کے ذکر کے حوالے سے مطلوبہ احتیاط کے منافی ہے اور علماء کرام کی اِس پر نکیر بھی حق بجانب ہے۔ البتہ جنید جمشید کی گفتگو میں جو بے احتیاطی ہوئی ہے وہ حضرت عائشہ ؓ کے حوالے سے ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے۔ اُس نے یہ الفاظ کہے کہ "نبی کی صحبت مل کر بھی عورت بدل نہیں سکتی"۔ یہ الفاظ حضرت عائشہ ؓ کے ذکر کے پس منظر میں کہے گئے۔ جس سے حضرت عائشہ ؓ کے حوالے سے بے ادبی ہوئی لیکن نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ الفاظ گستاخانہ نہیں ہیں۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کی مبارک صحبت ازواج مطہراتؓ اور صحابہ کرامؓ کو ملی تو اُن سب کے باطن نورِ ایمان سے جگمگا اٹھے اور وہ سیرت و کردار اور اخلاق کی اعلیٰ بلندیوں کو پہنچ گئے۔ اِس کے برعکس آپ ﷺ کی صحبت، ایک اعتبار سے آپ ﷺ کے سگے چچا اور پڑوسی ابولہب کو بھی ملی تھی لیکن وہ بدنصیب اِس نعمت سے فیض حاصل کرنے سے محروم رہا بلکہ آپ ﷺ کی دشمنی میں ایسے جرائم کا مرتکب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اُس کا نام لے کر اُس کی تباہی و بربادی اور نارِ جہنم میں جانے کی وعید سنائی۔ بارش ہر زمین پر برستی ہے۔ زمین اچھی ہو تو برگ و بار لاتی ہے۔ اور اگر زمین کلّر ہو تو اُس سے جھاڑ جھنکار ہی برآمد ہوتا ہے۔ (الاعراف: 58) قصور بارش کا نہیں زمین کے نکمے ہونے کا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی مبارک صحبت اور آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت سے اپنے دور میں ہر شخص کی سیرت و کردار سنوارنے کی کوشش فرمائی لیکن

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

ابولہب، ابوجہل اور عبداللہ بن ابی جیسے بدبختوں پر اللہ کے رسول ﷺ کی مبارک صحبت، حسنِ اخلاق اور دعاؤں کا اثر نہیں ہوا۔ بلکہ اِن مجرموں کی اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف دشمنی اور بڑھتی چلی گئی۔

جنید جمشید نے حضرت عائشہ ؓ کے لیے جو غیر محتاط الفاظ استعمال کیے ہیں اِس کے حوالے سے قرآن کریم سے واضح رہنمائی ملتی ہے۔ سن 5 ہجری میں غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر عبداللہ بن ابی ملعون نے حضرت عائشہ ؓ پر تہمت لگائی۔ دیگر منافقین کے ساتھ کچھ نیک نیت، مخلص لیکن سادہ لوح مسلمان بھی عبداللہ بن ابی کی شرانگیز مہم سے متاثر ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں اِس واقعہ کا ذکر کر کے حضرت عائشہ ؓ کی پاکدامنی کا اعلان فرمایا۔ منافقین کی مذمت کی اور عبداللہ بن ابی کو عذاب عظیم پہنچانے کی وعید سنائی۔ اِس کے بعد سادہ لوح مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

1- ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ تہمت کی بات سنی تو مومنوں کے بارے میں اچھا گمان کیا اور کہتے کہ یہ الزام واضح طور پر جھوٹا ہے۔

2- اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تہمت والی بات کو آگے بڑھانے پر تمہیں عذاب عظیم سے دوچار ہونا پڑتا۔

3- ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ جھوٹا افسانہ سنا تو کہتے کہ ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم ایسی بات کریں، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

4- اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ آئندہ ایسا کام نہ کرنا اگر تم واقعی مومن ہو۔

اس واقعہ کے حوالے سے سب سے زیادہ صدمہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو تھا جو حضرت عائشہ ؓ کے والد تھے۔ تہمت کی بات سن کر وہ انتہائی غمزدہ اور رنجیدہ تھے۔ لیکن کمال صبر تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے جھوٹا الزام لگانے والوں کے خلاف نہ کوئی اقدام کیا اور نہ ہی کوئی بد کلامی یا سب و شتم کیا۔ البتہ ایک نادار صحابی حضرت مسطح بن اثاثہ ؓ کو دی جانے والی مالی امداد روک دی کیونکہ یہ صحابی بھی سادہ لوحی میں حضرت عائشہ ؓ کے خلاف منافقین کی مہم میں شریک ہوگئے تھے۔ حضرت عائشہ ؓ کی پاکدامنی کے اعلان کے بعد وہ اپنے کیے پر نادم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں معاف فرما دیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو تلقین فرمائی:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ

يُـؤۡتُوۡۤا اُولِی الۡقُرۡبٰی وَالۡمَسٰکِیۡنَ وَالۡمُهٰجِرِیۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلۡیَعۡفُوۡا وَلۡیَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَکُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۲﴾

(النور:22)

’’اور قسم نہ کھائیں جو عزت و شرف والے ہیں تم میں سے اور خوشحال ہیں کہ وہ نہیں دیں گے قرابت داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو۔ اُنہیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ بخش دے اللہ تمہیں؟ اور اللہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے‘‘۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے مہاجر ہونے کی تحسین کی اور اُن کی امداد جاری رکھنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی فرمایا کہ کیا تم نہیں پسند کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرما دے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بے اختیار پکار اُٹھے کہ ہم اللہ کی بخشش پسند کرتے ہیں اور اِس کے محتاج ہیں۔ لہٰذا اُنہوں نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دیا۔ اور پھر سے اُن کی مالی امداد جاری کر دی۔

مذکورہ بالا واقعہ کی روشنی میں امید ہے کہ اگر جنید جمشید اپنی غیر محتاطی پر نادم ہیں اور سچے دل سے توبہ کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُنہیں معاف فرما دے گا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مبارک طرز عمل کی پیروی کرتے ہوئے جنید جمشید کی غلطی پر اُسے معاف کر دیں۔ ہم بندوں کو معاف کریں گے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری بھی بخشش فرما دے گا۔ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ مہاجر تھے تو بلاشبہ جنید جمشید بھی ایک معنی میں مہاجر ہے۔ وہ ایک گلوکار کی حیثیت سے گناہ والی زندگی بسر کر رہا تھا اور اس گلوکاری پر لاکھوں روپے کما رہا تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بہت بڑی قربانی دی اور گناہ والی زندگی سے ہجرت کر کے پاکیزہ اور دین داری والی زندگی اختیار کر لی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَ خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ)) (جامع ترمذی)

’’آدمؑ کا ہر بیٹا گناہ گار ہے۔ گناہ گاروں میں سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے ہر انسان گناہ گار ہے۔ جو توبہ کر لے وہی سب سے بہتر ہے۔ جنید جمشید نے برسرِ عام ہاتھ جوڑ کر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگی ہے اور تمام مسلمانوں سے معاف کر دینے کی التجا کی ہے۔ لہٰذا اب اِس معاملہ پر مزید گفتگو جاری رکھنا غیر مناسب ہے۔

خصوصی رپورٹ

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ؟

سبوخ سید

ملالہ کو ملنے والے نوبل ایوارڈ کی تقریب کی کوریج کے لیے میرے ایک صحافی دوست بھی گئے ہوئے ہیں۔ معروف آدمی ہیں لیکن ان کا نام اس لیے نہیں لکھ رہا کہ انہوں نے مجھے اپنا حوالہ دینے سے روکا ہوا ہے۔ کل شام انہوں نے اسکائپ پر اپنے کسی ذاتی کام کے لیے مجھ سے بات کی۔ بات مکمل ہونے پر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ملالہ سے ملاقات ہوئی؟ تو اس پر انہوں نے قہقہہ لگاتے ہوئے مجھے پورا قصہ سنا دیا۔ کہنے لگے کہ ’’گزشتہ ایک ہفتے سے ملالہ کے ساتھ ہی ہوں۔ جب ناروے کے Heliport Reninge پر پہنچا تو ملالہ اور اس کا والد خود لینے آئے تھے۔ میں نے راستے میں محسوس کیا کہ ملالہ اور اس کے والد کے درمیان گفتگو بہت ہی کم ہو رہی ہے۔ ملالہ گاڑی میں والد کے ساتھ بیٹھنے کے بجائے اپنا آئی پیڈ لے کر پچھلی نشست پر بیٹھ گئی اور امریکن ایکسنٹ میں نوبل پرائز والی تقریر کے رٹے مارنے شروع کر دیے۔ میں ملالہ کے والد ضیاء الدین کے ساتھ پاکستان کے سیاسی حالات اور دھرنوں کی سیاست پر گفتگو میں مگن ہو گیا۔ اس دوران ضیاء الدین نے میرے ایک لطیفے پر قہقہہ لگایا تو ملالہ نے اپنے والد کو گھور کر دیکھا۔ اس کے بعد ہوٹل تک ملالہ کے والد نے پھر زیادہ بات چیت نہیں کی۔ جب ہم گھر پہنچے تو ایک برطانوی خاتون پروفیسر ملالہ کا گھر میں انتظار کر رہی تھی۔ اس سے ملنے کے بعد ملالہ اس کے ساتھ کمرے میں بیٹھ گئی۔ اس خاتون نے ملالہ سے زبانی تقریر سنی تو ملالہ ٹھیک طریقے سے تقریر نہیں کر پا رہی تھی۔ خاتون نے ملالہ سے کہا کہ ’’دیکھو یہ کوئی سوات کی ڈائری نہیں جو تمہارے باپ نے کرائے پر لکھوائی تھی‘‘ ’’اگر محنت نہیں کرو گی اس دن سب کو شرمندہ کر دو گی۔ ملالہ نے یہ سن کر رونا شروع کر دیا اور کہنے لگی کہ جب کیلاش ہندی میں تقریر کر سکتا ہے تو مجھے کیوں پشتو میں تقریر نہیں کرنے دی جا رہی۔ اس پر ملالہ کی ماں اور اس کا والد ضیاء الدین ملالہ کے پاس چلے گئے اور کہا کہ دیکھو بیٹا ’’تم ہمارے سارے ایجنڈے کو تباہ کر رہی ہو، خدا کے لیے تھوڑی محنت کرو، ورنہ ہم مارے جائیں گے‘‘ اس پر ملالہ نے اپنے باپ کو کھری کھری سناتے ہوئے کہا کہ شرم نہیں آتی، پیسوں کے لیے اپنی بیٹیوں پر خود ہی حملے کراتے ہو اور پھر طالبان پر الزام لگا دیتے ہیں۔ تم لوگوں کی وجہ سے پورا پاکستان مجھے گالیاں دے رہا ہے۔ یہ سن کر ملالہ کی ماں رونے لگی۔ ملالہ کو اپنی ماں سے بہت پیار ہے۔ ماں کو روتا دیکھ کر اس نے ماں سے وعدہ کیا کہ وہ جلد تقریر تیار کر لے گی لیکن ایک شرط پر، شرط یہ ہے اس کی تقریر کو آسان انگریزی میں لکھا جائے اور اسے بی بی سی والے رپورٹر سے ہی لکھوایا جائے جس نے میری گل مکئی والی ڈائری لکھی تھی۔ ملالہ کے ابو نے یہ سنا تو وہ ناراض ہونے لگے کہ وہ رپورٹر تو پہلے نوبل پرائز میں اپنا حصہ مانگ رہا ہے۔ ضیاء الدین کو کسی نے فون پر بتایا کہ وہ رپورٹر ملالہ کو ایوارڈ ملنے سے اگلے دن اس ڈائری کے حوالے سے انکشافات سے بھرپور ایک پریس کانفرنس بھی کرنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر ملالہ کا والد کافی خوفزدہ ہو گیا۔ کافی تکرار اور سوچ بچار کے بعد اس رپورٹر کو پراگ سے بلوایا گیا، جہاں وہ اب ایک دوسرے ادارے کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ اس رپورٹر نے بی بی سی اسٹائل میں ملالہ کے لیے ایک سادہ سی تقریر تیار کی اور پھر اسے یاد کرائی گئی۔ ملالہ نے نوبل انعام والی تقریر کم از کم 100 مرتبہ تو ہمیں سنائی۔ دوران تقریر وقفہ کیسے کرنا ہے، مسکرانا کیسے ہے؟، تالیوں کا وقفہ سب کچھ تیار کرایا گیا۔ یہاں تک میڈل لے کر ہاتھ فضا میں بلند کرنے تک۔ ملالہ کو تو ٹھیک طریقے سے بسم اللہ بھی پڑھنی نہیں آتی تھی جس کے لیے پاکستان سے اسکائپ پر ایک آن لائن قاری کا انتظام کیا گیا۔ میں حیرانی اور پریشانی کے عالم میں یہ سب دیکھتا رہا کہ کس طرح امریکی اپنے ایجنٹوں کو تیسری دنیا میں لیڈر بنا کر پیش کرتا ہے۔ وہیں مجھے یہ بتایا گیا کہ پاکستان میں ٹی وی چینلز کو بھی خرید اگیا ہے کہ وہ اس موقع پر میراتھان ٹرانسمیشن کریں گے۔ تو بھائی جان یہ ہے ڈرامے کا اصل اسکرپٹ، انعام کا اصل حقدار عبدالستار ایدھی تھا لیکن ملالہ کو ایدھی سے چھینا ہوا انعام دے دیا گیا۔

رپورٹ کا ذریعہ (Source):

https://www.facebook.com/l.php?u=https%3A%2F%2Ftwitter.com%2FSaboohSyed%2Fstatus%2F542713499541979136&h=TAQHB0uJf

ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

اوریا مقبول جان
theharferaz@yahoo.com

پرچم اتار دیا گیا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد فاتح اقوام کے سب سے بڑے اتحاد اور دنیا کی طاقتور ترین فوجی قوتوں کا پرچم۔ وہ قوتیں جو آج سے تیرہ سال قبل دھاڑتی، چنگھاڑتی ہوئی اس کمزور، وسائل اور ٹیکنالوجی سے محروم ملک، افغانستان میں داخل ہوئی تھیں۔

دنیا بھر کے لیے ایک لکیر کھینچ دی گئی تھی کہ اگر تم ہمارے ساتھ اس کمزور ملک سے جنگ کرنے کے لیے تیار نہیں ہو تو پھر ہمارے دشمن ہو۔ 2001ء کی سردیاں اس ملک کے لیے عذاب کی صورت بنا دی گئیں۔ دنیا بھر میں سے تین ملک ایسے تھے جو اس ملک پر برسرِ اقتدار طالبان کی حکومت کو تسلیم کرتے تھے۔ جن میں سے ایک پڑوسی پاکستان بھی تھا۔ باقی پڑوسی ایران اور تاجکستان تو ویسے ہی ان کے خلاف شمالی اتحاد کو ہر طرح کی مدد دیتے ہوئے جنگ میں شریک تھے۔

لیکن جس پڑوسی نے انھیں ایک قانونی حکومت تسلیم کیا تھا، اسی پڑوسی کی سرزمین ان پر حملے کے لیے استعمال ہوئی۔ دنیا نے اس ملک کو دہشت گردی کا منبع قرار دیا اور پھر دو سو کے قریب ممالک میں سے اڑتالیس ممالک نے اپنی فوجیں وہاں اتار دیں۔ دشمن پڑوسیوں میں گھرا ہوا یہ ملک، ایک جانب پاکستان جہاں سے 57 ہزار دفعہ امریکی جہاز اڑے اور انھوں نے اس سرزمین پر بم برسائے، دوسری جانب تاجکستان جس نے قلاب والا زمینی راستہ دیا تاکہ نیٹو افواج شمالی اتحاد کے جلو میں اندر داخل ہو سکیں اور تیسری جانب ایران جس کے پاسداران شمالی اتحاد اور حزبِ وحدت کے ساتھ اس ملک پر چڑھ دوڑے۔ تیرہ سال قبل اس دنیا میں ٹیکنالوجی کے بت کی پرستش کرنے والے کیسی کیسی داستانیں سنایا کرتے تھے۔ پہلے چند ماہ تو ایسے تھے کہ ہر کوئی بلند آواز میں پکار رہا تھا، دیکھو ٹیکنالوجی نے آج اُس قوم کو شکست دے دی ہے۔

جس سے کوئی نہ جیت سکا۔ کوئی ان کے بھاگنے کے قصے سناتا اور کوئی کہتا کہ یہ تو چند ہزار لوگ تھے جنھیں کچھ طاقتوں نے اکٹھا کیا تھا، وہ پیچھے ہٹ گئیں تو دیکھو کیسے بھگوڑے ہو گئے ہیں یہ سب کے سب۔ اب افغانستان میں ایسے لوگوں کی کوئی گنجائش نہیں ہو گی۔ یہ اب دوبارہ واپس نہیں آ سکتے۔ اس کے بعد کے تیرہ سال آگ اور خون کے ساتھ کھیلتے ہوئے سال ہیں۔ ایک لاکھ چالیس ہزار فوجی جو دنیا کی بہترین ٹیکنالوجی سے لیس ہتھیاروں کے ساتھ یہاں خون کی ہولی کھیلتے رہے۔ ایسے ٹینک جو اپنے اندر سے ایک ایسے مقناطیسی ردِّعمل کا دائرہ بنا سکتے تھے جن سے میزائل بھی واپس لوٹ جاتا تھا۔

آسمانوں سے پہرہ دیتے جہاز۔ فضا کی بلندیوں پر موجود ایک ایک لمحے کو ریکارڈ کرتے اور معلومات فراہم کرتے سیٹلائٹ۔ ان سب کے باوجود کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ جب نیٹو افواج یا ان کی بنائی ہوئی افغان فوج نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ ہمارا پورے افغانستان پر کنٹرول ہو گیا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ تھی کہ سوائے چند شہروں کے چند میل علاقوں کے پورے افغانستان میں امریکی یا نیٹو افواج کو کسی قسم کی کوئی دسترس تک حاصل نہ تھی۔ آخری سال تو شکست کے بدترین سالوں میں سے ایک تھا۔ یکم جنوری 2014ء سے 31 دسمبر تک 9167 افراد اس جنگ کا شکار ہوئے۔ جن میں 3,188 ایسے تھے جو اس بری طرح زخمی ہوئے کہ ناکارہ ہو کر رہ گئے۔

بوکھلاہٹ میں الزامات حقانی نیٹ ورک پر لگائے گئے جس کے خلاف اس دوران شمالی وزیرستان میں آپریشن جاری تھا۔ کون ٹیکنالوجی کی شکست مانتا ہے اور وہ بھی نہتے افغانوں کے ہاتھوں جن کا سارا تکیہ ہی تائیدِ الٰہی پر تھا۔ کیا کبھی امریکا اور نیٹو کے اتحادیوں نے سوچا بھی ہو گا کہ اس قدر عظیم فوجی قوت کے باوجود ان کے تین ہزار چار سو اٹھاسی 3488 سپاہی مارے جائیں گے۔ یہ وہ گنتی ہے جو وہ خود مانتے ہیں۔ جب سے سی آئی اے بنی ہے اس کے نوے کے قریب اہم ایجنٹ مختلف ممالک میں مارے گئے ہیں، جن میں سے گیارہ اس افغان جنگ میں قتل ہوئے۔ افغانستان ایک ایسا ڈراؤنا خواب تھا جس کے اختتام کی تقریب 28 دسمبر کو منعقد ہوئی۔ نیٹو افواج کے کمانڈر جنرل جان ایف کیمپبل (Joh F. Campbell) نے کہا ہم اپنا طالبان کے خلاف جنگ کا ایجنڈا ادھورا چھوڑ کر جا رہے ہیں، لیکن ہم بھاگ نہیں رہے۔ کیا خوبصورت فقرہ ہے (We are not walking away) یہ تسلی افغان قوم کو نہیں بلکہ اس افغان حکومت کو دی جا رہی جسے امریکیوں نے خود وہاں پر مسلط کیا ہے۔

جمہوری حکومت اور جمہوریت کے قیام کا کیا خوب تصور ہے کہ ایک ملک پر حملہ کرو، وہاں افواج اتارو، لوگوں کو قتل کرو، خود ایک آئین تحریر کرو، اپنی نگرانی میں الیکشن کراؤ اور بولو کہ ایسے زندگی گزارتے ہو تو ٹھیک ورنہ تمھیں دہشت گرد کہہ کر مار دیں گے۔ اسی لئے اس ٹوڈی حکومت کو تسلی دی جا رہی ہے کہ ہم بھاگ نہیں رہے۔ لیکن اس اتوار کو امریکی صدر اوباما نے اپنے تحریری بیان میں کہا ہے کہ ہم نے ایک محتاط طریقے سے اس جنگ کا خاتمہ کیا ہے جب کہ افغانستان آج بھی ایک خطرناک علاقہ ہے۔ اس ملک میں تین لاکھ پچاس ہزار افغان فوجیوں کو بھرتی کیا گیا ہے جن کی ٹریننگ کے لیے 12 ہزار نیٹو کے فوجی یہاں پر موجود رہیں گے۔ اس تقریب میں افغانستان کے نیشنل سیکیورٹی ایڈوائزر محمد حنیف اعتماد نے کہا کہ آپ ہمیں ایسے وقت میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ جس وقت ہم انتہائی مشکلات میں ہیں۔ ہمیں کبھی بھی نیٹو افواج کی اتنی ضرورت نہیں تھی جتنی آج ہے۔ جس وقت یہ تقریب ٹیلی ویژن پر نشر ہو رہی تھی تو اس دوران افغان افواج کے افسران کے انٹرویو بھی نشر کیے جا رہے تھے۔ یہ افسران کہتے تھے کہ تیرہ سالوں سے ہم ایک ایسی جنگ کے عادی ہو چکے ہیں جو نیٹو کی تکنیکی اور فوجی مدد کے بغیر لڑی ہی نہیں جا سکتی۔ ہمیں ہوائی جہازوں کی بمباری اور ٹینکوں کی یلغار میں آگے بڑھنے کے سوا کچھ نہیں آتا۔ ہم ان کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل پاتے جب کہ ہمارے دشمن طالبان اس تمام تر ٹیکنالوجی سے بے نیاز جس طرف سے چاہیں ہم پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ اب جب کہ یہ سپورٹ (مدد) ختم ہو رہی ہے، ہم بہت مشکل میں ہوں گے۔

جھنڈا اتار دیا گیا۔ وہ فتح کرنے آئے تھے اور اپنے زخم چاٹتے رخصت ہوئے۔ یہ تیسری دفعہ ہو رہا ہے کہ عالمی طاقتوں کا غرور خاک میں مل رہا ہے۔ یکم جنوری 1842ء برطانوی افواج، وہ برطانیہ جس کی علمداری میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا، اس پر کابل میں حملہ ہوا۔ تقریباً سترہ ہزار فوجی تھے جن میں اکثر انڈین اور ایک رجمنٹ 44th برطانوی سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ ان سب کو غلزئی قبائل نے قتل کر دیا تھا اور ایک ڈاکٹر ولیم

برائڈن کو زندہ چھوڑا تا کہ وہ جا کر اس عالمی طاقت کے کارپردازوں کو بتائے کہ افغان قوم کیا ہے اور آئندہ کابل کی طرف رخ مت کرنا۔ یہ ڈاکٹر گھوڑے پر سوار ہو کر 13 جنوری کو جلال آباد پہنچا اور برطانیہ کے چہرے پر عبرت کا نشان تحریر ہو گیا۔

دوسری دفعہ یہ پرچم عظیم کیمونسٹ ریاست سوویت یونین کا تھا جو 1988ء میں ایسے اترا کہ خود اپنی ریاست تک متحد نہ رکھ سکا۔ ٹیکنالوجی کے بت ٹوٹتے ہیں۔ لیکن ان کی پوجا کرنے والے نئے بت تراش لیتے ہیں۔ لیکن وہ جنھیں صرف اللہ کی نصرت اور تائید پر بھروسا ہوتا ہے وہ بار بار ثابت کرتے ہیں کہ اس دنیا میں اصل طاقت کا سرچشمہ تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ اقبال نے کہا تھا۔

اللہ کو پامردیِ مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹیوں، عمر 22 سال، تعلیم ایم ایس سی سٹیٹ، اور عمر 20 سال، تعلیم بی ایس سی، خوبصورت وخوب سیرت کے لئے پڑھے لکھے برسرروزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ لاہور کے رہائشی رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: (042)37654183
0315-4069309

☆ کراچی میں رہائش پذیر دینی مزاج کی حامل فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 32 سال، رفیقہ تنظیم اسلامی، مطلقہ، نکاح ثانی کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے ترجیحاً تنظیم اسلامی کے رفیق کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: (021)36946763
0334-1689323

سیرت مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دلپذیر موضوع پر

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی
دولازوال کتابیں

1 رسولِ اکرم ﷺ اور ہم

اشاعت خاص: 450 اشاعت عام: 300

2 سیرتِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

قیمت: 180

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 3-042-35869501

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد'' میں

23 تا 25 جنوری 2015ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مدرسین تربیتی کورس (نئے و متوقع مدرسین کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

برائے رابطہ: 0321-9620418,041-2624290, 2420490

اور

''31/1 فیصل آباد ہاؤسنگ سوسائٹیز، فلائی اوور برج، سیکٹر I-8/4 اسلام آباد (دفتر حلقہ پنجاب شمالی)'' میں

16 تا 18 جنوری 2015ء (بروز جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

نقباء تربیتی کورس (نئے و متوقع نقباء کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

برائے رابطہ: 051-4434438، 0333-5382262، 0333-5567111

اور

''جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ سعد اللہ جان کالونی، عقب (Admor) ایڈمور پٹرول پمپ نزد سر صاحب زادہ پبلک سکول، پرانا حاجی کیمپ، جی ٹی روڈ، پشاور'' میں

18 تا 24 جنوری 2015ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

☆ فرائض دینی کا جامع تصور (عبادتِ رب، شہادت علی الناس، اقامت دین)

برائے رابطہ: 091-2262902، 0333-9244709

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت (042)36316638-36366638

US creates managed chaos in a country to control it: Analyst

The United States "occupation strategy" involves a cycle of invading a country of interest, turning it into a chaotic mess and then using the chaos as "a justification" for longer military presence in that country, says American political commentator and peace activist Brian Becker.

A day after US President Barack Obama declared the end of the war in Afghanistan, the longest conflict in America's history, Republican Senator John McCain said the White House should abandon its strict schedule for the withdrawal of US troops from the country and replace it with a "plan based on conditions on the ground".

"If this is not done, and if the administration insists on pulling all US forces out of the country for political reasons, Afghanistan will deteriorate just as Iraq has since 2011," he warned. "That would not just be a tragedy for the Afghan people; it would put the American people in far greater danger."

"John McCain represents a voice from the military-industrial complex -- from the Pentagon itself -- and he represents those who really see Afghanistan as a potential, enduring, long-term US military base, from which the US can project military power, not only inside of Afghanistan, but through the entire south-central Asian region," said Becker, the national coordinator of the ANSWER Coalition, a protest umbrella group consisting of many antiwar and civil rights organizations.

"The danger of Afghanistan degenerating into a situation similar to Iraq is real," Becker told Press TV in an interview on Tuesday. "But the reason that Afghanistan, like Iraq, could fall into chaos is precisely because the US military invaded the two countries. It's precisely because the US occupation strategy has so deteriorated life for the people in those two countries and has retarded or subverted their ability to function as unitary states. That has created the chaotic situation in Iraq, in Afghanistan, elsewhere as well, including Libya and Syria."

"We see a cycle here," Becker continued. "A cycle in which the US creates chaos and then uses the chaos as a rationale or justification for the US maintaining a long-term military presence in regions that have great natural resources and are geo-strategically important from a point of view of the US empire."

The United States and its allies invaded Afghanistan in October 2001 as part of Washington's so-called war on terror. The offensive removed the Taliban from power, but the country remained insecure despite the presence of thousands of foreign troops.

In a statement on Sunday, Obama argued America is safer and more secure after the Afghan war, which was not worth the cost, a great majority of Americans believe, according to recent polls.

Obama said about 10,000 troops remaining in Afghanistan would only be involved in training Afghan forces.

However, Obama has secretly signed an order that allows US troops to be involved in combat operations in Afghanistan throughout 2015, according to *The New York Times*.

The order will authorize American forces to continue their missions against the Taliban and other militant groups in the Asian country. The new authorization will also let US jets, bombers, and drones be used to aid ground troops.

Courtesy: Press TV